3 زری پالیسی اور مہنگائی

3.1 عمومی جائزہ

مالی سال 19ء کے پورے عرصے کے دوران زری پالیسی کے حالات ہمت آزما رہے، اور بڑھتی ہوئی قوزی اور عمومی مہنگائی، زرِ مبادلہ ذخائر کی پست سطح اور بھاری جڑواں خسارے کی صورت میں مجسم ہونے والا کلّی معاشی دباؤ گذشتہ سال کیے جانے والے پالیسی اقدامات کے باوجود برقرار رہا۔ معیشت اگرچہ پالیسی کے نتیجے میں آنے والی سست روی سے ہم آہنگ ہو رہی تھی جس میں شرحِ مبادلہ زیادہ لچکدار تھی، تاہم اسے آئی ایم ایف پروگرام پر فیصلے کے حوالے سے قیاس آرائیوں کو بھی برداشت کرنا پڑا۔ مزید برآں، بین الاقوامی ضوابطی معیارات کی پابندی کرنے اور ٹیکس گزاروں کی تعداد بڑھانے کی غرض سے حکومت نے معیشت کو دستاویزی بنانے کی اپنی کوششیں تیز اور مالی چھان بین سخت کر دی۔ ان حالات سے کاروباری اداروں اور صارفین کا اعتماد کمزور ہوا جس نے کرنسی اور ایکویٹی مارکیٹوں میں تغیر پذیری بڑھا دی، معیشت میں نقدی کا پھیلاؤ بڑھا دیا، اور بینکاری نظام میں امانتوں کے اکٹھا ہونے میں سست روی پیدا کر دی۔[1] ساختی نوعیت کے جاری اقدامات کا تصفیہ ہونے میں اگرچہ کچھ وقت لگے گا اور اس کے بعد ہی مالی منڈیاں اور کاروبار مستحکم ہو سکیں گے، تاہم اسٹیٹ بینک نے سخت زری حالات بدستور برقرار رکھے تاکہ طلب کو قابو میں رکھا جائے اور مہنگائی کی توقعات کو روکا جائے۔ اسٹیٹ بینک کی زری پالیسی کمیٹی نے سال کے دوران تمام چھ فیصلوں میں پالیسی ریٹ مجموعی طور پر 575 بیسس پوائنٹس بڑھا دیا۔

شکل 3.1: م س 19ء کے آغاز پر مہنگائی بلحاظ صارف اشاریہ قیمت کی پیش گوئی

(12 ماہی حرکت پذیر اوسط مہنگائی)

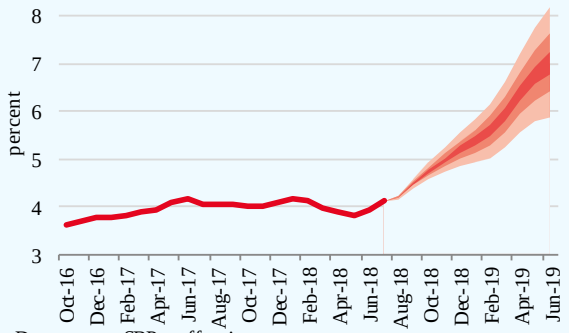

Data source: SBP staff estimates

سب سے بڑی تشویش اس بات کی تھی کہ عمومی مہنگائی میں مسلسل اضافہ ہو رہا تھا۔ معیشت میں بڑھتی ہوئی لاگت کے دباؤ نے طلب کے overhang کے اثرات دوچند کر دیے تھے، جبکہ حکومت نے توانائی کی سرکاری قیمتیں اس بنا پر بڑھا دیں کہ بڑھتی ہوئی مالیاتی پابندیوں کے حالات میں اپنے اخراجاتِ جاریہ کو محدود کرے۔ اس طرح نہ صرف صارف اشاریہ قیمت باسکٹ کے اجزا توانائی اور ٹرانسپورٹ میں مہنگائی بڑھ گئی بلکہ دیگر غذائی اور غیر غذائی اشیا پر بھی اس کے اثرات پڑے۔ پاکستانی روپے کی مالیت میں سابقہ اور جاری دونوں طرح سے کمی کے اثرات نے بھی درآمدی مصنوعات اور بیشتر درآمدی اجزا پر مشتمل مصنوعات کی قیمتوں پر مہنگائی کا اسی نوعیت کا دباؤ پیدا کیا۔ صورتِ حال کو جس چیز نے مزید بدتر بنایا وہ چوتھی سہ ماہی کے دوران غذائی مہنگائی میں تیزی سے اضافہ تھا جس سے گندم اور شکر کے بازاروں میں مداخلتی طریقہ کار اور نگرانی کے نظام میں نقائص کی عکاسی ہوتی ہے، نیز اس امر کی بھی کہ ایسا کوئی فوری ہنگامی منصوبہ (contingency plan) موجود نہیں ہے جو فصلوں کو پہنچنے والے نقصانات سے نمٹ سکے اور تقسیمی سلسلوں (distribution chains) میں آنے والا بگاڑ دور کر سکے۔ اس کے نتیجے میں، مہنگائی کا منظر نامہ جو سال کے آغاز ہی میں ہدف سے زائد مہنگائی بلحاظ تخمینہ دکھا رہا تھا (**شکل 3.1**)، دورانِ سال زیادہ دشوار بن گیا۔ بھاری جڑواں خساروں کی موجودگی سے بھی کوئی مدد نہیں ملی، بلکہ اس نے درحقیقت مہنگائی کے منظر نامے کے مستقبل قریب تا وسط مدت کے خطرات کو نمایاں طور پر بڑھا دیا۔

---

[1] مالی سال 19ء کے پہلے 11 ماہ کے دوران مجموعی امانتوں کی نمو کم ہو کر 3.9 فیصد رہ گئی جو گذشتہ سال کی اسی مدت میں 4.8 فیصد تھی۔ تاہم جون 2019ء میں امانتوں میں اُس وقت تیزی سے اضافہ دیکھا گیا جب حکومت نے 40 ہزار روپے والے بیئرر پرائز بانڈ (31 مارچ 2020ء تک) واپس لینے کا اعلان کیا۔ ان پرائز بانڈ کو پریمیم پرائز بانڈ میں منتقل کرایا جا سکتا ہے، انہیں اسپیشل سیونگ سرٹیفکیٹ/ڈیفنس سیونگ سرٹیفکیٹ سے بدلوایا جا سکتا ہے، یا بینک اکاؤنٹ کے ذریعے عرفی مالیت پر بھنوایا جا سکتا ہے۔ اس اسکیم کے تحت جون 2019ء میں 64.8 ارب روپے مالیت کے 40 ہزار روپے والے بانڈ بھنوائے گئے اور کچھ رقم روپے کی صورت میں بینک امانتوں میں رکھوا دی گئی۔ اگر جون 2019ء کے اثرات کو ایک طرف رکھا جائے تو کرنسی اور امانت کی اوسط شرح 39.4 فیصد کی بلند سطح پر رہی جو مالی سال 18ء میں 36.8 فیصد تھی۔

درآمدات میں کمی لانے کے اقدامات سے زرِ مبادلہ کی ادائیگی کا دباؤ کم کرنے میں اگرچہ مدد ملی تاہم زرِ مبادلہ کے سرکاری ذخائر کفایت کی معیاری سطح (تین ماہ کی درآمدات کی کفایت) سے پست رہے۔ اس کا نتیجہ پاکستانی روپے کی قدر میں وقفے وقفے سے کمی کی صورت میں نکلا۔ مالیاتی محاذ پر اخراجاتِ جاریہ میں تیزی سے اضافے اور محاصل جمع کرنے میں سست روی نے سرکاری شعبے کے ترقیاتی پروگرام میں ہونے والی کٹوتی کے اثرات زائل کر دیے۔ نتیجتاً بلند خسارے نے استحکام کی کوششوں کے اثرات معدوم کرنے کا خطرہ پیدا کر دیا، خاص طور پر اس وقت جب اس خسارے کو پورا کرنے کے لیے اسٹیٹ بینک سے قرض گیری بڑھتی جارہی تھی۔ تاہم اس سے قطع نظر سرکاری شعبے کے ترقیاتی پروگرام کے اخراجات میں کمی، پاکستانی روپے کی قدر میں کمی، اور دیگر ضوابطی اور انتظامی اقدامات کے مشترکہ اثرات نجی صَرف اور سرمایہ کاری پر واضح طور پر دیکھے جاسکتے تھے (**شکل 3.2**)۔ اس کوشش نے صنعتی شعبے کی سرگرمیوں کو، جہاں کاروباری قرضے کی عام طور پر تقریباً 61 فیصد طلب پیدا ہوتی ہے، منفی طور پر متاثر کیا۔

شکل 3.2: ملکی طلب میں نمو کے اجزائے ترکیبی

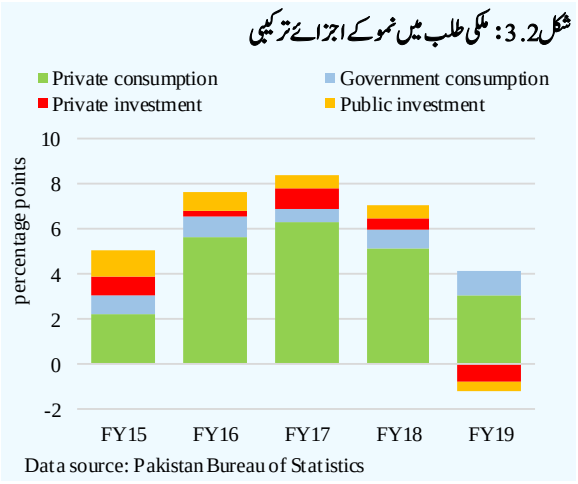

Data source: Pakistan Bureau of Statistics

تاہم حیرت انگیز طور پر مالی سال کی پہلی ششماہی میں نجی شعبے میں قرضے کا استعمال خاصا بلند رہا حالانکہ مالی سال 19ء کے آغاز ہی میں بڑے پیمانے کی اشیا سازی کی سرگرمیاں ماند پڑنے لگی تھیں۔ اس رجحان کی وضاحت اس عرصے کے دوران برآمدی نوعیت کی صنعتوں کی جانب سے جاری سرمائے کے لیے بھاری قرض گیری سے ہو سکتی ہے، کیونکہ اسٹیٹ بینک کی رعایتی قرضہ اسکیموں کے تحت شرح ہائے سود (جو پہلے ہی تاریخ کی پست ترین سطح پر تھیں) جوں کی توں برقرار رکھی گئی تھیں (**شکل 3.3**)۔ دورانِ سال اشیا سازی کے لیے حاصل کردہ قرضوں میں سے تقریباً 25 فیصد قرضے ان اسکیموں کے تحت لیے گئے تھے۔ تاہم یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ ان صنعتوں کی برآمدی مقدار میں گذشتہ سال کی نسبت اضافہ ہوا (خصوصاً اضافہ قدر کی حامل ٹیکسٹائل، باسمتی چاول اور چمڑے کے جوتے)، قرض گیری کی ضروریات بڑھانے میں خام مال کے نرخوں میں تیزی سے اضافے نے بھی اہم کردار ادا کیا۔ مثال کے طور پر اندرونِ ملک تھوک بازار میں چاول اور کپاس گذشتہ سال کی نسبت بالترتیب 11.2 فیصد اور 25.2 فیصد زائد نرخوں پر دستیاب تھے۔ اسی طرح پاکستانی روپے کی قدر میں کمی سے درآمدی خام مال، جیسے ڈائی اور کیمیکل کی لاگت بھی بڑھ گئی۔ غیر برآمدی صنعتوں نے بھی توانائی اور غیر توانائی اجزا (جیسے لوہے اور فولاد کی سلاخیں) دونوں کی بڑھتی ہوئی لاگت کا بوجھ برداشت کیا۔

شکل 3.3: اسٹیٹ بینک کے پالیسی ریٹ کا رجحان اور صارف کے لیے برآمدی مالکاری اسکیم کی شرح

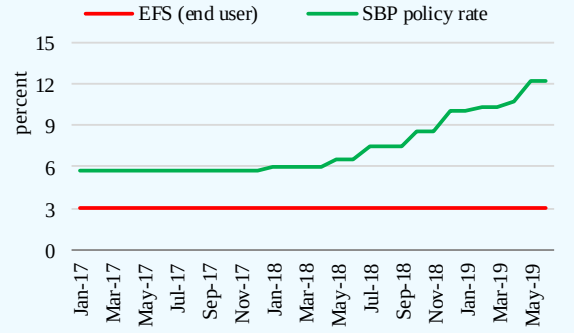

Data source: State Bank of Pakistan

نجی قرضے کا ایک اہم پہلو معینہ سرمایہ کاری قرضوں میں سست روی تھی۔ اس رجحان کا سبب تین عوامل تھے: (i) سرکاری شعبے کے ترقیاتی پروگرام کے اخراجات میں کمی آنے اور سی پیک کے تحت ابتدائی منصوبے تکمیل کے قریب پہنچنے کی بنا پر توانائی اور ٹرانسپورٹ کے شعبوں میں سرمایہ کاری سرگرمی کمزور پڑ گئی، (ii) یہ اثرات اشیا سازی کے شعبے میں سرمایہ جاتی اخراجات کے حالیہ دور کے متوقع اختتام کے علاوہ توانائی، اشیا سازی اور تعمیرات کے شعبوں میں سابقہ سرمایہ جاتی اخراجات کی مقررہ واپسی کے

باعث بھی مستحکم ہوئے، اور (iii) شرحِ مبادلہ اور شرح ہائے سود میں تیز رفتار ردوبدل ہونے کی بنا پر کاروباری طبقے میں عام طور پر 'دیکھو اور انتظار کرو' کی سوچ پائی گئی، نیز دستاویزیت اور ٹیکس کے لیے کوششوں پر زور دیے جانے کی بنا پر عمومی خدشات پائے گئے۔ تاہم اس سے قطع نظر، جیسا کہ سرمایہ جاتی قرضوں کا معاملہ تھا، پاکستانی روپے کی قدر میں کمی سے درآمدی مشینری کی لاگت بڑھ گئی جس کی عکاسی ٹیکسٹائل، شکر اور بجلی سازی اور تقسیم کے شعبوں کی طرف سے معینہ سرمایہ کاری قرضوں کے بلند استعمال سے ہوئی۔

شکل 3.4: اشیاسازی کے اشاریے میں مجموعی رجحان اور تھوک اشاریہ قیمت کی مطابقت سے نجی قرضہ

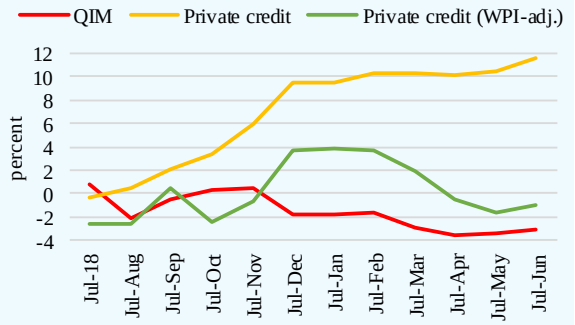

Data source: PBS and SBP

اگرچہ سال کے آخری مہینوں کے دوران لاگت کا دباؤ برقرار رہا تاہم اقتصادی سست روی کے شدت پکڑنے سے قرضوں کی بحیثیت مجموعی رفتار نمایاں طور پر کمزور پڑی اور متعدد شعبوں میں مستقل سرایت کر گئی۔ پورے مالی سال 19ء کے دوران نجی شعبے کے قرضے میں 11.6 فیصد نمو ہوئی جو گذشتہ سال 14.9 فیصد رہی تھی۔ تاہم تھوک اشاریہ قیمت میں ردوبدل کے ساتھ مطابقت کے بعد دیکھا جائے تو بحیثیت مجموعی نجی قرضے کا استعمال اِس سال خاصا کم ہو گیا (**شکل 3.4**)۔

نجی شعبے کے قرضے میں اخراجات کی بنا پر اضافے اور بھاری مالیاتی قرض گیری کے ساتھ مالی سال 19ء کے دوران رسدِ زر میں مجموعی نمو گذشتہ سال سے زائد رہی۔ مزید برآں، زرِ وسیع کی نمو کے اجزائے ترکیبی میں زبردست جھکاؤ سرکاری شعبے کی قرض گیری کی طرف رہا جس کا مطلب یہ ہے کہ مالیاتی نظم وضبط برقرار رکھنے کی ضرورت ہے تاکہ سخت زری پالیسی کی اثر پذیری بڑھائی جاسکے۔ مستقبل میں یہ کام پیچیدہ ہو جائے گا، کیونکہ پالیسی ریٹ میں تیزی سے اضافے کے بعد حکومت کے ملکی قرضے کے حد سے زیادہ حجم کی پہلے ہی نوقیمت بندی کی جاچکی ہے: حکومت نے تخمینہ لگایا ہے کہ مالی سال 19ء کے مقابلے میں مالی سال 20ء کے دوران اس کے سودی اخراجات 45.5 فیصد بڑھ جائیں گے، یعنی ایف بی آر کے تخمینہ شدہ ٹیکس محاصل کا نصف سے زائد اسی مد میں خرچ ہو جائے گا۔ ان حالات میں زری پالیسی کے مؤثر نفاذ کا دارومدار بنیادی توازن کے انتظام اور کمرشل بینکوں کے جزدان کی چوائس پر ہو گا۔ جہاں تک حکومت کا تعلق ہے تو اس نے اگلے سال کے بنیادی خسارے کا خاصا پست ہدف مقرر کیا ہے کیونکہ آئی ایم ایف پروگرام کے تحت حکومت کو اسٹیٹ بینک سے اضافی میزانیہ مالکاری نہیں کرنی ہے، اور اس نے مرکزی بینک کے قرضوں کا موجودہ واجب الادا حجم بتدریج کم کرنے کا ایک منصوبہ بنایا ہے۔[2] نیز، حکومت نے اپنے سیالیت کے غیر ضروری تقاضوں سے نمٹنے کے لیے حال میں "کیش مینجمنٹ اینڈ سنگل ٹریژری اکاؤنٹ پالیسی 2029-2019ء" کی منظوری دی ہے۔[3] ان اقدامات سے توقع ہے کہ زری پالیسی کی ترسیل مستقبل میں مثبت طریقے سے ہو سکے گی۔

یہ پیش رفت اگرچہ خوش آئند ہے، تاہم زری پالیسی کی تشکیل اور اثر انگیزی، اور مالی شعبے کے مجموعی استحکام کے حوالے سے نئی دشواریاں سامنے آئی ہیں۔ اول، غذائی نرخوں کی سطح اور ان کی تغیر پذیری کو قابو میں کرنے کے انتظامی اقدامات دورانِ سال پوری طرح نہیں کیے گئے۔ گندم اور شکر جیسی اہم اجناس کے معاملے میں مالی سال 19ء کی چوتھی سہ ماہی کے دوران نرخوں میں اضافے کا بظاہر سبب یہ ہے کہ ملک میں دستیاب ذخائر کی پیمائش کا کوئی مؤثر طریقہ کار موجود نہیں ہے، طلب کا انتظام کرنے کے حوالے سے فیصلوں میں تاخیر کی جاتی ہے، اور پورے تقسیمی سلسلے میں تصادمی روّیے اور ذخیرہ اندوزی پر قابو پانے میں کمزور اقدامات حائل ہیں۔ نیز، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چھوٹی فصلیں (پھل اور سبزیاں) ہموار طریقے سے دستیاب بنانے کے معاملے میں بھی ملک کا ایسا کوئی ہنگامی منصوبہ موجود نہیں ہے جس کے تحت بالفرض ملکی فصل کو نقصان پہنچ جائے اور / یا جغرافیائی و سیاسی عوامل کی بنا پر قریبی ہمسایہ ملکوں سے بروقت درآمد نہ کی جاسکے تو صورتِ حال سے نمٹا جاسکے۔ غذائی گرانی میں اضافہ اگر برقرار رہا تو مہنگائی میں کمی لانے کے اسٹیٹ بینک کے اقدامات غیر مؤثر ثابت ہوں گے۔

[2] اس مقصد کے لیے اسٹیٹ بینک کی تحویل میں اسٹاک جس میں بیشتر قلیل مدتی سرکاری قرضہ ہے جون 2019ء کے اختتام تک پی آئی بی کی مختلف عرصیتوں میں پہلے ہی تبدیل کر لیا گیا ہے۔

[3] اس پالیسی کا مقصد یہ ہے کہ خسارے کی تمکیک (monetization) روکنے کے لیے نقدی کے بندوبست کا ایک کارگر اور مربوط نظام یقینی بنایا جائے۔

دوسرا چیلنج معیشت میں نقدی کے بڑھتے ہوئے پھیلاؤ سے متعلق ہے۔ کرنسی اور امانتوں کا باہمی تناسب جو غیر نقد لین دین پر حکومت کی طرف سے ود ہولڈنگ ٹیکس عائد کیے جانے کے بعد سے مسلسل بڑھ رہا تھا، مالی سال 19ء میں مزید بڑھ کر 39.4 فیصد ہو گیا جبکہ گذشتہ سال اوسط تناسب 36.8 فیصد تھا۔ اہم بات یہ ہے کہ ضوابطی ماحول ملک میں امانتوں کی نمو کے لیے، خاص طور پر ٹیکس حکام کو امانت گزاروں کے اعداد و شمار بتانے کے حوالے سے خدشات کی روشنی میں، دشوار ہوتا جا رہا ہے۔ ٹیکس چوری اور نامکمل اعداد و شمار بتانے کی صورت میں بھی پھندا سخت ہو گیا ہے۔ بچت کے متبادل ذرائع سے سخت مسابقت مل رہی ہے، اور منی لانڈرنگ اور دہشت گردی کی مالی مدد کے حوالے سے سخت نگرانی بھی جاری ہے۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے، کچھ عرصے تک یہ خدشات برقرار رہیں گے، اس کے بعد بینک ہوں یا عام افراد، وہ بڑھی ہوئی مالی چھان بین اور بین الاقوامی ضوابطی معیارات پر عمل درآمد کے عادی ہو جائیں گے۔ تب تک کے لیے ضروری ہے کہ بینک امانتوں پر غیر ضروری دباؤ کو ہٹایا جائے۔ ایک تجویز یہ ہے کہ غیر نقد لین دین پر ود ہولڈنگ ٹیکس تمام صارفین پر سے ہٹایا جائے۔ مزید برآں بینکوں کے لیے ضروری ہے کہ اپنے صارفین کی جائز تشویش دور کرنے کی غرض سے فعالیت اختیار کریں، اور ان کی بچت کی ضروریات کے لیے آسان اور پرکشش حل مہیا کریں۔

آخراً، کلّی اقتصادی دشواریوں کی بنا پر بینکوں کے اثاثہ جات کے معیار کے حوالے سے کچھ تشویش ابھری ہے۔ خاص طور پر بینکوں کے غیر فعال قرضوں پر، جو مالی سال 19ء کی دوسری سہ ماہی سے بڑھنا شروع ہو گئے اور بقیہ سال بڑھتے رہے۔ سالانہ بنیاد پر مجموعی غیر فعال قرضوں کی نمو 23.2 فیصد رہی جو مالی سال 11ء کے بعد سے بلند ترین نمو ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ مجموعی اور خالص دونوں اعتبار سے اثاثوں کے معیار میں ضرر پایا گیا حالانکہ بیشتر صورتوں میں بینکوں نے تموین دی۔[4]

3.2 زری مجموعے

مالی سال 19ء کے دوران زرِ وسیع میں 1.8 ٹریلین روپے اضافہ ہوا جو گذشتہ سال 1.4 ٹریلین روپے تھا۔ اگرچہ خالص بیرونی اثاثوں میں کمی گذشتہ سال سے خاصی زیادہ رہی، تاہم خالص ملکی اثاثوں میں، بھاری میزانیہ قرض گیری کی بنا پر، بحیثیت مجموعی اضافے نے خالص بیرونی اثاثوں کی کمی کا بخوبی ازالہ کر دیا۔

بینکاری نظام کے خالص بیرونی اثاثوں میں اسٹیٹ بینک کے خالص بیرونی اثاثے 1.1 ٹریلین روپے کم ہو گئے جبکہ جدولی بینکوں کے 159 ارب روپے خالص حیثیت میں کم ہو گئے۔ مرکزی بینک کے معاملے میں ہونے والی کمی کی بنیادی وجہ دوسرے ملکوں اور بین الاقوامی اداروں سے قرض گیری تھی تاکہ بیرونی محاذ پر ابھرنے والے چیلنجوں کے ماحول میں زرِ مبادلہ ذخائر کو سہارا دیا جائے۔ جہاں تک خالص ملکی اثاثوں کا تعلق ہے تو مالی سال 19ء میں بلند نمو سے دراصل میزانیہ قرض گیری میں تیز رفتار اضافے اور سرکاری شعبے کے اداروں کو قرضے کا اظہار ہوتا ہے جس نے نجی شعبے کے قرضے کے گذشتہ سال کی نسبت کم استعمال کا بخوبی ازالہ کر دیا (**جدول 3.1**)۔

جدول 3.1: زری مجموعے[ع]

ارب روپے

	حجم میں مطلق فرق		شرحِ نمو فیصد میں	
	م س18ء	م س19ء	م س18ء	م س19ء
زر2 (الف+ب)	1,416.3	1,801.3	9.7	11.3
الف۔ خالص بیرونی اثاثے	-810.5	-1,298.7	-134.6	*-623.1
ب۔ خالص ملکی اثاثے	2,226.8	3,100.0	15.9	19.1
سرکاری قرض گیری	1,244.1	2,137.9	13.9	21.0
میزانیہ قرض گیری	1,110.9	2,204.4	13.4	23.5
اسٹیٹ بینک	1,263.3	3,079.3	53.8	85.2
جدولی بینک	-152.4	-875.0	-2.6	-15.1
اجناسی سرگرمیاں	133.2	-63.3	19.4	-7.7
غیر سرکاری قرض گیری	1,022.3	1,021.7	17.0	14.5
نجی شعبہ	775.5	693.5	14.9	11.6
سرکاری شعبے کے ادارے	245.4	326.0	30.7	31.2
زرِ محفوظ	616.7	1,088.8	12.7	19.9

ع: عبوری

* آخر جون 2018ء پر واجب الادا حجم 208.4 ارب روپے اور آخر جون 2019ء پر 1507.1 ارب روپے تھا۔

ماخذ: اسٹیٹ بینک

[4] مجموعی قرضوں میں غیر فعال خام قرضوں کا فیصد جون 2018ء کے خاتمے پر 7.9 فیصد تھا جو اختتام جون 2019ء پر بڑھ کر 8.8 فیصد ہو گیا ہے، چنانچہ غیر فعال قرضوں اور قرضوں کا خالص تناسب اس عرصے کے دوران 1.1 فیصد سے بڑھ کر 2.1 فیصد ہو گیا ہے۔

سرکاری میزانیہ قرض گیری

بینکوں سے سرکاری میزانیہ قرض گیری مالی سال 19ء میں گذشتہ سال کی نسبت تقریباً دگنی ہوگئی۔ اس اضافے سے ان باتوں کی عکاسی ہوتی ہے: (i) مالیاتی خسارہ بلند رہا جو دراصل محاصل کی وصولی میں کمی اور بجٹ سے زیادہ سودی ادائیگیوں اور دفاعی اخراجات کا ایک نتیجہ تھا، اور (ii) دورانِ سال بیرونی مالکاری کی دستیابی تیزی سے کم ہوگئی جس کے سبب قومی بچت اسکیموں اور بازارِ زر کے فنڈ کے ذریعے جمع کیے گئے بھاری قرضے کے اثرات بڑی حد تک زائل ہوگئے (**شکل 3.5**)۔

شکل 3.5: مالیاتی خسارے کی مالکاری

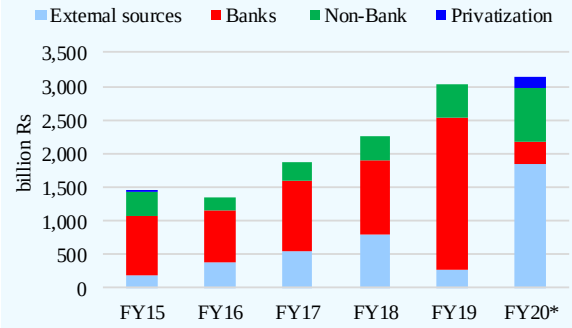

* budgeted
Data source: State Bank of Pakistan

بینکاری نظام میں بیشتر سرکاری قرض گیری مرکزی بینک سے کی گئی۔ مالیاتی عدم توازن کو پورا کرنے کے لیے اسٹیٹ بینک سے 3.1 ٹریلین روپے کی اب تک کی بلند ترین قرض گیری کر کے حکومت نے کمرشل بینکوں کا 875.0 ارب روپے قرضہ اتارا۔ بڑھتی ہوئی مالیاتی رکاوٹوں کے تناظر میں ایسا لگتا ہے کہ حکومت نے سرکاری قرضے کا انتظام کرتے ہوئے مؤثر بہ لاگت رقوم اکٹھا کرنے کو زیادہ اہمیت دی۔ چنانچہ مرکزی بینک سے واجب الادا میزانیہ تعاون جدولی بینکوں سے سرکاری قرض گیری کی واجب الادا سطح سے بھی آگے نکل گیا جو مالی سال 11ء کے بعد ایسا پہلا موقع ہے (**شکل 3.6**)۔ ایک طرف یہ قرض گیری اسٹیٹ بینک ایکٹ کی کھلی خلاف ورزی تھی جو ہر سہ ماہی پر مرکزی بینک سے صفر قرض گیری کا تقاضا کرتا ہے، تو دوسری طرف اس نے زرِ بنیاد میں نمو کو بھی بڑھاوا دیا اور معیشت میں اضافی مہنگائی کا خطرہ پیدا کیا۔

شکل 3.6: بینکوں سے میزانیہ مالکاری کا واجب الادا حجم

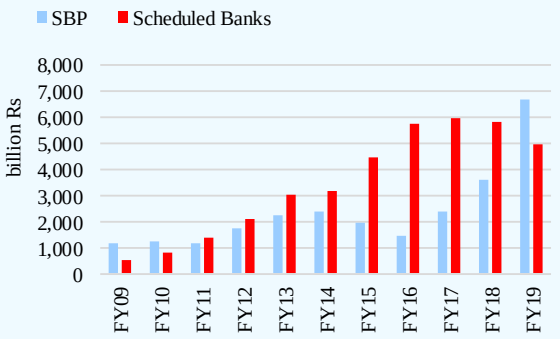

Data source: State Bank of Pakistan

ٹی بل نیلامیاں

بینکوں نے ٹی بل کی نیلامیوں میں 19.5 ٹریلین روپے کے مجموعی ہدف کے مقابلے میں مجموعی طور پر 23.3 ٹریلین روپے کی پیشکش کی۔ اس بڑے حجم میں بیشتر دورانِ سال ہونے والی 26 نیلامیوں میں 3 ماہی وثیقہ جات کے بار بار اجرائے ثانی کی عکاسی ہوتی ہے۔ اگرچہ عرصیتوں کو منہا کیا جائے تو بینکوں کی مجموعی پیشکش گر کر 4.1 ٹریلین روپے تک ہے جس میں سے سرکاری قبولیت منفی 307.3 ارب روپے ہے۔

مہنگائی کے رجحان اور توازنِ ادائیگی کے بڑھتے ہوئے دباؤ کے پیشِ نظر جدولی بینک تقریباً پورے سال کے دوران شرحِ سود میں اضافے کی توقع کر رہے تھے (**جدول 3.2**)۔ چونکہ زری پالیسی کمیٹی کا اجلاس ہر دو ماہ بعد ہوتا ہے اور بینکوں کو تقریباً تمام اجلاسوں میں شرحِ سود بڑھنے کی توقع تھی اس لیے وثیقہ جات کی تمام مدّتوں کے لیے بینکوں کا متصوّرہ عرصۂ خطر خاصا بڑا تھا (3 ماہی وثیقہ جات کے معاملے میں یہ یقیناً کم تھا)۔[5] اہم بات یہ ہے کہ ٹی بل نیلامیوں میں، جو ہر پندرہ روز میں ہوئی تھیں، بینکوں کی لگائی ہوئی بولیوں میں یہ خطرہ شامل تھا۔ چنانچہ بینکوں نے صرف 3 ماہی وثیقہ جات میں بولی دینے کو ترجیح دی: 6 ماہی اور 12 ماہی وثیقہ جات میں بینکوں کی مشترکہ پیشکش کا حجم مجموعی پیشکشوں کا 1.0 فیصد بھی نہ تھا۔ جبکہ 3 ماہی وثیقہ جات میں بھی یہ دیکھا گیا کہ زیادہ سے زیادہ بولی کا قطع شرحِ سود سے انحراف خاصا بلند تھا خصوصاً اُن نیلامیوں میں جو سال کی پہلی ششماہی کے دوران ہوئیں۔

[5] کسی بانڈ کی قیمت شرح ہائے سود میں تبدیلیوں سے جس قدر حساس ہو وہی اس کی مدت ہے۔

جدول 3.2: زری پالیسی–منڈی کی توقعات

مہینہ	پالیسی کی سمت کی توقعات (اکثریت)	رائے شماری کی تفصیل (اسٹیٹ بینک کی زری پالیسی کمیٹی مارکیٹ پلس)	بلومبرگ سروے
جولائی 18ء	اضافہ	61 فیصد ← 50 بی پی ایس اضافہ 22 فیصد ← 100 بی پی ایس اضافہ 17 فیصد ← 25 بی پی ایس اضافہ	48 فیصد ← 50 بی پی ایس اضافہ 43 فیصد ← 100 بی پی ایس اضافہ 10 فیصد ← 150 بی پی ایس اضافہ
ستمبر 18ء	اضافہ	50 فیصد ← 50 بی پی ایس اضافہ 32 فیصد ← 100 بی پی ایس اضافہ 18 فیصد ← برقرار	56 فیصد ← 50 بی پی ایس اضافہ 30 فیصد ← 100 بی پی ایس اضافہ 7 فیصد ← برقرار 7 فیصد ← 75 بی پی ایس اضافہ
نومبر 18ء	اضافہ	78 فیصد ← 100 بی پی ایس اضافہ 11 فیصد ← 150 بی پی ایس اضافہ 11 فیصد ← برقرار	74 فیصد ← 100 بی پی ایس اضافہ 19 فیصد ← 50 بی پی ایس اضافہ 3 فیصد ← 75 بی پی ایس اضافہ 3 فیصد ← 200 بی پی ایس اضافہ
جنوری 19ء	برقرار	71 فیصد ← برقرار 29 فیصد ← 50 بی پی ایس اضافہ	83 فیصد ← برقرار 13 فیصد ← 50 بی پی ایس اضافہ 3 فیصد ← 100 بی پی ایس اضافہ
مارچ 19ء	اضافہ	47 فیصد ← 50 بی پی ایس اضافہ 26 فیصد ← 25 بی پی ایس اضافہ 16 فیصد ← 100 بی پی ایس اضافہ 11 فیصد ← برقرار	42 فیصد ← 50 بی پی ایس اضافہ 42 فیصد ← 25 بی پی ایس اضافہ 10 فیصد ← 75 بی پی ایس اضافہ 3 فیصد ← برقرار 3 فیصد ← 100 بی پی ایس اضافہ
مئی 19ء	اضافہ	47 فیصد ← 50 بی پی ایس اضافہ 47 فیصد ← 100 بی پی ایس اضافہ 6 فیصد ← 75 بی پی ایس اضافہ	52 فیصد ← 100 بی پی ایس اضافہ 17 فیصد ← 125 بی پی ایس اضافہ 14 فیصد ← 150 بی پی ایس اضافہ 10 فیصد ← 50 بی پی ایس اضافہ 7 فیصد ← 75 بی پی ایس اضافہ

ماخذ: اسٹیٹ بینک اور بلومبرگ

اس کے برعکس، حکومت سرکاری قرضے اور سودی ادائیگیوں کے بھاری بقایا (carryover) حجم سے نمٹنے کی کوششوں میں پہلے ہی مصروف تھی، اور اس لیے وہ شرحِ سود بڑھنے کی مارکیٹ کی توقعات کو پورا نہیں کر رہی تھی۔ لہٰذا بینکوں نے مستقبل کی شرحِ سود بڑھنے کی توقعات کو اپنی بولی میں شامل کیا تاہم حکومت صرف سابقہ پالیسی ریٹ میں ہونے والے اضافوں کو نیلامی کی قطع شرح ہائے سود کی طرف منتقل کر رہی تھی۔ نتیجتاً دورانِ سال ٹی بل کی تقریباً نصف نیلامیوں میں حکومت کی طرف سے خالص عرصیت کی قبولیتیں منفی رہیں۔ اکتوبر 2018ء کے اختتام تک 6 ماہی اور 12 ماہی وثیقہ جات کا تقریباً تمام اسٹاک عرصیت پوری کر چکا تھا اور معینہ آمدنی کے جزدان میں بینکوں کے پاس صرف 3 ماہی وثیقہ جات رہ گئے تھے۔ ان حالات میں جب بار بار اور بھاری عرصیتیں پوری ہو رہی تھیں، اس رجحان میں حکومت کے لیے اجرائے ثانی کے بلند خطرے کے حوالے سے منفی مضمرات تھے۔

ٹی بل کی تمام نیلامیوں میں ایک رجحان یہ دیکھا گیا کہ بینکوں نے ان نیلامیوں میں (3 ماہی وثیقہ جات کے لیے) پُرجوش شرکت کی جو زری پالیسی کے اعلان کے فوری بعد ہوئیں، جبکہ بعد کی نیلامیوں میں ان کی شرکت کم ہوگئی (**شکل 3.7**)۔ بینکوں نے اپنی رقوم کو عارضی طور پر رکھنے کے لیے بازارِ زر کے سودوں کو ایک متبادل کے طور پر پہلے سے بڑھ کر استعمال کیا، جب تک اگلی زری پالیسی کا اعلان نہیں ہوگیا۔ بینکوں کے نقطۂ نظر سے یہ حکمت عملی مناسب تھی، کیونکہ اسٹیٹ بینک شبینہ شرحوں کو ٹارگٹ ریٹس کے قریب رکھنے کے لیے باقاعدگی سے بازارِ زر کے یہ سودے منعقد کررہا تھا۔

شکل 3.7: ٹی بلوں کی پیشکشیں بلحاظ نیلامی

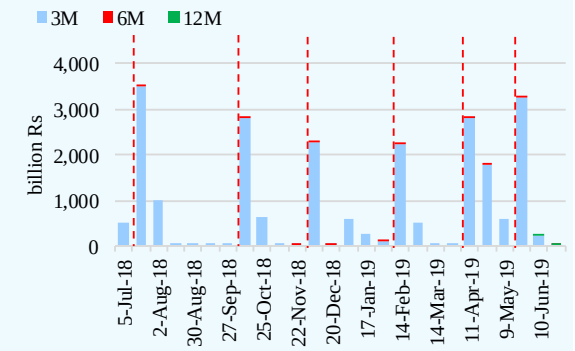

* red dotted lines represent MPC meeting dates
Data source: State Bank of Pakistan

پی آئی بی نیلامیاں

پی آئی بیز کے معاملے میں کمرشل بینکوں کو دورانیے کے خطرے کا احساس ٹی بلوں جیسا ہی تھا تاہم حکومت نے ایک مختلف حکمتِ عملی اپنائی۔ جب حکومت نے دیکھا کہ مالی سال 19ء کے ابتدائی پانچ ماہ میں پی آئی بی کی نیلامیوں میں بینکوں کی شرکت محدود رہی تو دسمبر 2018ء میں ہونے والی نیلامی میں حکومت نے قطع یافت میں بڑا اضافہ کر دیا۔ اگرچہ اس نیلامی میں بھی بینکوں نے فعال شرکت نہیں کی تاہم اگلی نیلامیوں کے لیے انہیں جو اشارہ ملا وہ اہم تھا۔ جنوری 2019ء سے آگے تک پی آئی بی کی ہونے والی نیلامیوں میں رفتار بڑھ گئی، کیونکہ مارکیٹ نے موجودہ قطع یافت کو اتنا پرکشش سمجھا کہ اس نے طویل عرصے کے لیے اپنی رقوم اس میں رکھوادیں (**شکل 3.8 الف** اور **ب**)۔ مزید برآں، ملکی طلب میں آنے والے واضح اعتدال، ہموار ہوتی ہوئی قوزی مہنگائی اور جاری کھاتے کے توازن میں بہتری کے پیش نظر تصور کیا جانے لگا کہ شرح ہائے سود بلند ترین سطح کے قریب آچکی ہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ معینہ شرح کے پی آئی بیز کی مالی سال 19ء کی آخری دو نیلامیوں میں 10 سالہ وثیقہ جات کے لیے پیشکشوں کی بلند ترین رقم رکھی گئی، مجموعی بولیوں میں سے ان 10 سالہ وثیقہ جات کے لیے 44.1 فیصد (مئی 2019ء) اور 52.8 فیصد (جون 2019ء) بولیاں موصول ہوئیں۔

خطِ یافت بھی ان توقعات کو ثابت کرتا ہے، کیونکہ اس سال کے آغاز پر (اور درمیان تک) خطِ یافت کا رجحان سیدھا اوپر کی طرف رہنے کے بعد مالی سال 19ء کے اختتام تک ہموار ہوگیا۔ اہم بات یہ ہے کہ 10 سالہ اور 3 سالہ وثیقہ جات کے مابین تفاوت بھی جون 2019ء میں منفی ہوگیا، جس سے خطِ یافت کے انتہائی سرے میں معمولی سی واپسی آئی (**شکل 3.9**)۔ مستقبل میں اس طرح کی تبدیلیوں سے حکومت کو واجب الادا قرضے کی اپنی اوسط عرصیت بڑھانے میں مدد ملے گی۔

دوسری جانب، رواں شرح والے پی آئی بیز کی مارکیٹ بتدریج بڑھ رہی ہے۔ ہدف 850 ارب روپے کا تھا اور پیشکشیں 706.3 ارب روپے کی موصول ہوئیں (**جدول 3.3**)۔ تاہم ان میں سے بیشتر پیشکشیں موجودہ شرح کے مقابلے میں بلند مارجن پر دی گئی تھیں۔ بالآخر مالی سال کی سب سے آخری نیلامی میں حکومت نے رواں شرح

شکل 3.8 (الف): معینہ شرح والے پی آئی بیز کے لیے پیشکشیں بلحاظ نیلامی

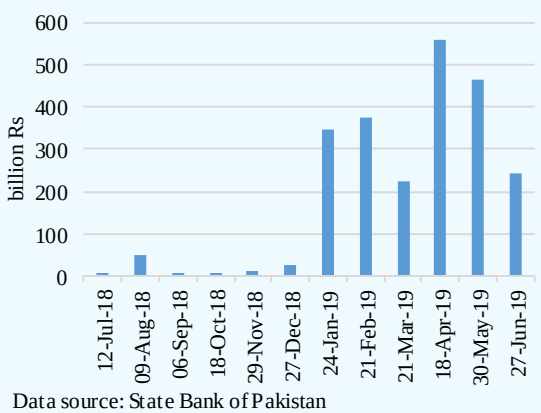

Data source: State Bank of Pakistan

شکل 3.8 (ب): پالیسی ریٹ اور پی آئی بی قطع شرح سود کے مابین تفاوت میں کمی

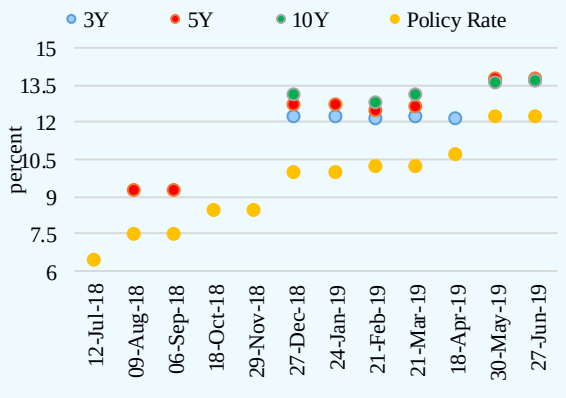

Data source: State Bank of Pakistan

والے پی آئی بیز کا مارجن 5 بیسس پوائنٹس بڑھانے کا فیصلہ کیا کیونکہ سابقہ قطع مارجن پر کوئی بولی موصول نہیں ہوئی تھی۔ یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ مئی 2018ء میں اس وثیقے کے اولین اجرا کے بعد سے مارجن بڑھانے کا یہ دوسرا موقع تھا۔ گذشتہ موقع پر اگست 2018ء میں اسے 20 بی پی ایس بڑھا کر 70 بی پی ایس کر دیا گیا تھا۔

شکل 3.9: خطِ یافت

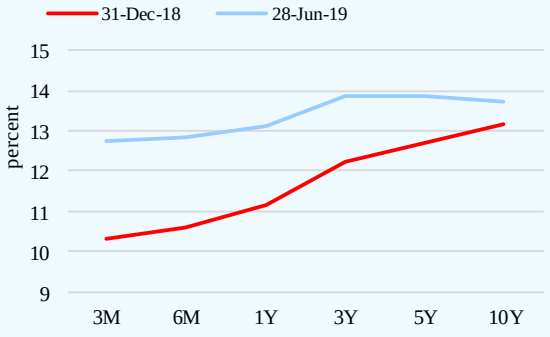

Data source: MUFAP

اس بانڈ کے لیے مارجن دراصل میعاد اور سیال پریمیم کے لیے معاوضے کا کام کرتا ہے۔ چونکہ یہ مارکیٹ میں نسبتاً نیا وثیقہ ہے اس لیے اس سے منسلک سیالیت کا خطرہ کچھ زیادہ ہے، یہی وجہ ہے کہ مارکیٹ بلند قطع شرح کی طلب رکھتی ہے۔ اس سے قطع نظر، مارجن میں ایسی بار بار کی تبدیلیاں خصوصاً اس بانڈ کے ثانوی بازار کی تشکیل کے لیے مناسب نہیں ہیں۔ مالی سال کے اختتام کے نزدیک ایک اہم پیش رفت یہ ہوئی کہ کوپن کے تعین (determination) میں ترمیم کی گئی۔ پہلے اسے صرف 6 ماہی ٹی بل کی تازہ ترین کامیاب نیلامی کی بہ وزن اوسط یافت سے منسلک کیا گیا تھا، تاہم نئی ہدایات کے تحت اگر 6 ماہی ٹی بل کی تازہ ترین نیلامی منسوخ ہو جائے یا مارکیٹ سے کوئی شرکت ہی نہ کرے تو متبادل نشانیے کے طور پر پی کے آر وی ریٹس کو استعمال کیا جائے گا۔[6] اس نئے طریقے سے نیلامی کی بنیادی شرحوں پر حد سے زیادہ انحصار کے نتیجے میں منسلک ہونے والے خطرات کم کرنے میں مدد ملے گی۔

انتظامِ سیالیت

مرکزی بینک کے مداخلتی اقدامات کے تعدد اور حجم کے اعتبار سے مالی سال 19ء منفرد تھا۔ بین البینک بازارِ زر میں سیالیت کے حوالے سے انتہاؤں کے کئی ادوار گزرے جن میں دونوں سمتوں میں بڑے مداخلتی اقدامات کی ضرورت پڑی (**شکل 3.10**)۔ اسی سال کے دوران ایک مرحلے پر بلند ترین سطح کا خالص انجذاب (2.0 ٹریلین روپے) بھی دیکھا گیا جو کوریڈور سہولت کے آغاز سے اب تک کی بلند ترین سطح ہے۔

جدول 3.3: پی آئی بی نیلامی کا خلاصہ

ارب روپے

	ہدف	عرصیت	پیشکش	قبولیت
معینہ کوپن				
م س 17ء	800.0	1,427.3	1,757.9	894.0
م س 18ء	900.0	1,123.4	347.5	101.7
م س 19ء	800.0	843.6	2,350.9	873.5
رواں-شرح				
م س 18ء	100.0	-	296.1	43.1
م س 19ء	850.0	-	706.3	311.7

ماخذ: اسٹیٹ بینک

بین البینک بازار میں عرصے سے موجود سیالیت کے مسائل کا بنیادی طور پر سرکاری بانڈ کی پرائمری مارکیٹ سے تعلق ہے (جیسا کہ سیکشن 3.2 میں تفصیلات دی گئی ہیں)۔ نیز مالی سال 19ء کی پہلی ششماہی میں نجی قرضے میں تیز رفتاری اور دوسری ششماہی میں اچانک سست روی سے انتظامِ سیالیت بھی خراب ہو گیا اور بینک ٹریژریز کے لیے پیش گوئی مشکل ہو گئی۔ چنانچہ اسٹیٹ بینک کو بازارِ زر کے سودوں کا تعدد اور حجم بڑھانے پڑے تاکہ بازارِ زر کی شرحیں پالیسی ریٹ کے قریب مستحکم کی جائیں (**جدول 3.4**)۔ تاہم مداخلتی اقدامات کی اس بلند سطح کے باوجود ڈسکاؤنٹ ونڈو کی سہولت پر کمرشل بینکوں کی آمد بار بار ہوتی رہی۔ ایسا 41 مواقع پر ہوا کہ بینک ڈسکاؤنٹ ونڈو پر آئے اور اسی وقت بازارِ زر کے سودے بھی ہوئے۔ ان میں

شکل 3.10: بازارِ زر کے واجب الادا سودے

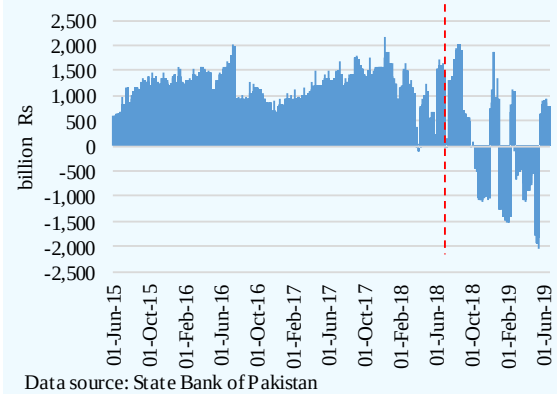

Data source: State Bank of Pakistan

[6] ڈی ایم ایم ڈی سرکلر نمبر 16 برائے 2019ء بتاریخ 25 جون 2019ء

جدول 3.4: بازارِ زر کے سودوں کی جھلکیاں

		م س16ء	م س17ء	م س18ء	م س19ء
اقدامات	انجذاب کی تعداد	10	6	13	91
	ادخال کی تعداد	92	78	77	39
	بازارِ زر کے سودے انجذاب کا حجم (ارب روپے)	546.4	415.4	1,397.4	40,108.3
	بازارِ زر کے سودے ادخال کا حجم (ارب روپے)	67,599.7	58,420.6	66,534.8	27,307.9
ڈسکاؤنٹ ونڈو	ڈسکاؤنٹ ونڈو سے رجوع کرنے کی تعداد	73	58	47	88
	رجوع کی تعداد-بالائی	52	35	37	54
	رجوع کی تعداد-زیریں	21	23	10	34
	ڈسکاؤنٹ ونڈو آپریشنز کا حجم	3,285.1	1,301.0	1,018.4	3,325.0
	حجم بالائی (ارب روپے)	2,754.8	935.7	838.9	2,491.9
	حجم زیریں (ارب روپے)	530.4	365.4	179.5	833.2
	بالائی حد پر بینکوں کی تعداد	167	70	79	124
	زیریں حد پر بینکوں کی تعداد	69	40	18	67
مجموعی	ان دنوں کی تعداد جب بازارِ زر کے واجب الادا سودے منفی تھے	0	0	12	189
	ان دنوں کی تعداد جب بازارِ زر کے واجب الادا سودے مثبت تھے	366	365	353	167

ماخذ: اسٹیٹ بینک

سے تقریباً نصف مواقع پر اقدامات کی سمت اور ڈسکاؤنٹ ونڈو آپریشن یکساں تھے۔ اس سے بازارِ زر میں موجودہ عدم استعداد (inefficiencies) کی عکاسی ہوتی ہے جو بینکوں کے لیے اس لحاظ سے ایک چیلنج ہے کہ: (الف) وہ اپنی شبینہ نقد ضروریات کی ٹھیک ٹھیک پیش گوئی کریں، اور (ب) اپنی اضافی رقوم رکھیں یا اپنی قرض گیری کی ضروریات اسٹیٹ بینک پر انحصار کیے بغیر پوری کریں۔

اجناسی سرگرمیاں

مالی سال 19ء کے دوران اجناسی سرگرمیوں میں 63.3 ارب روپے کی خالص واپسی کی گئی جبکہ گذشتہ سال 133.2 ارب روپے اضافہ ہوا تھا (**جدول 3.5**)۔ حالیہ واپسی سے گندم خریدنے والے اداروں کو بنیادی طور پر نقدی کے بہاؤ میں سہولت کی عکاسی ہوتی ہے جنہوں نے مالی سال 19ء میں بینکوں کو 73.1 ارب روپے لوٹا دیے۔

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ گندم خریدنے والے ادارے گذشتہ مسلسل سات سال سے قرضہ اکٹھا کر رہے تھے، کیونکہ یکے بعد دیگرے بمپر فصلیں ہو رہی تھیں اور عالمی منڈی میں نرخ کم ہونے کی بنا پر ان اداروں کے لیے مشکل تھا کہ اپنے خریدے ہوئے ذخائر کا قابلِ قدر حصہ فروخت کر سکیں۔ سودی ادائیگیوں نے بھی ان کے آپریشن کے اخراجات میں اضافہ کر دیا تھا۔ خریداری کرنے والے ادارے زرِ اعانت والی برآمدات میں تیزی سے اضافے کے باوجود گذشتہ سال بھی بینک واجبات ادا کرنے کے قابل نہیں تھے، اور ان کے قرضوں کا مجموعہ پانچ سال کی بلند ترین سطح کو پہنچ گیا تھا۔

جدول 3.5: اجناسی مالکاری

بہاؤ ارب روپے میں

	م س18ء	م س19ء
گندم	135.1	-73.1
کپاس	0.0	0.0
چاول	0.2	-0.4
شکر	-1.0	4.5
کھاد	-1.1	5.7
مجموعہ	**133.2**	**-63.3**

ماخذ: اسٹیٹ بینک

تاہم مالی سال 19ء میں یہ ادارے رہن رکھے ہوئے اپنے ذخائر میں معقول کمی کرنے کے قابل ہوگئے۔[7] اس کی بنیادی وجہ فصلوں کو ہونے والے نقصانات اور قیمت کے بندوبست کی کوششیں تھیں۔

تھوک بازار میں گندم کے نرخ مسلسل چار سال گرتے رہنے کے بعد سال کے آغاز سے بڑھنا شروع ہوئے۔ یہ صورتِ حال منڈی میں طلب اور رسد کی عدم مطابقت سے پیدا ہوئی کیونکہ گندم کی بھاری برآمد (باضابطہ اور بے ضابطہ دونوں طریقے سے) کے دوران سرکاری گوداموں سے گندم کم جاری کی گئی۔ تاہم سال کی چوتھی سہ ماہی میں منڈی کی صورتِ حال مزید خراب ہوگئی جب پکی ہوئی فصل کے دنوں میں شدید بارشوں اور ژالہ باری نے ملکی منڈی میں گندم کی قلت کا خطرہ پیدا کر دیا۔ تھوک اشاریہ قیمت میں گندم کے نرخ تیزی سے بڑھے، مئی اور جون 2019ء میں یہ اضافہ سال بسال 9.8 فیصد اور 11.3 فیصد رہا۔ چنانچہ منڈی میں استحکام لانے اور قیمتوں کو قابو میں رکھنے کے لیے حکومت نے اپنے اجرا میں اضافہ کر دیا۔

گندم خریدنے والے اداروں کے لیے نقدی کی صورتِ حال میں بہتری آنے اور گندم سے متعلق قرضوں کی واپسی کی ایک اور وجہ یہ تھی کہ وفاقی حکومت نے دورانِ سال 'پاسکو' کو 21.0 ارب روپے زرِ اعانت ادا کیا۔ حکومت کی طرف سے یہ زرِ اعانت تزویراتی ذخائر (strategic reserves) کے سلسلے میں پروکیورمنٹ ایجنسیوں کے تعاون اور عالمی خوراک پروگرام کے تحت واجب الادا تھا۔

سرکاری شعبے کے اداروں کو قرضہ

سرکاری شعبے کے اداروں کو مجموعی قرضہ جو جون 2018ء کے اختتام پر پہلے ہی جی ڈی پی کے 4 فیصد تک پہنچ چکا تھا، مالی سال 19ء میں مزید بڑھ گیا کیونکہ بجلی پیدا اور تقسیم کرنے والے شعبے نے اپنی رواں کارگزاری کے لیے ملکی بینکاری نظام پر بڑی حد تک انحصار جاری رکھا۔ اس سال بینکوں نے مزید 326.0 ارب روپے سرکاری شعبے کے اداروں کو بطور قرض دیا جس کا بیشتر حصہ توانائی کے شعبے کو ملا۔ بنیادی طور پر یہ پاور ہولڈنگ پرائیوٹ لمیٹڈ کے جاری کردہ صکوک میں بینکوں کی سرمایہ کاری ہے، اور مذکورہ کمپنی میں شعبہ توانائی کے گردشی قرضے کے 700 ارب روپے سے زائد پھنسے ہوئے (parked) ہیں۔[8] یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اگرچہ ایسی کوششیں توانائی سے متعلق فرموں میں سیالیت کے بحران کو فوری طور پر کم کرنے میں معاون ہوتی ہیں، تاہم ملک میں توانائی کی رسدی زنجیر (supply chain) میں ساختی مسائل موجود رہے ہیں اور یہی مسائل اس شعبے کے مستحکم طریقے سے چلنے میں رکاوٹ ہیں۔ توانائی کے شعبے کے جو مسائل طویل عرصے سے حل طلب چلے آرہے ہیں ان میں نرخ کا غلط تعین (mispricing)، کم وصولیاں، ترسیل اور تقسیم میں بڑے پیمانے پر نقصانات، تقسیم کار کمپنیوں کی سطح پر انتظامی اور تکنیکی ناقص کارکردگی شامل ہیں، اور ماضی میں جو عارضی قسم کے اقدامات کیے گئے وہ اداروں میں سیالیت کے مسائل کا عارضی حل ہی پیش کر سکے۔[9]

آئی ایم ایف نے توسیعی فنڈ سہولت (ای ایف ایف) کے حالیہ منظور شدہ پروگرام میں گردشی قرضے کے خاتمے کو ساختی نشانیے (structural benchmark) کا درجہ دیا ہے۔ آئی ایم ایف نرخوں کا ایک مؤثر نظام چاہتا ہے جس میں جب کوئی نیا ادارہ فعال ہو تو اس کے حقیقی اخراجات کا لحاظ رکھا جائے اور گردشی قرضے کے اکٹھا ہونے کو روکنے میں مدد ملے۔ مطلوبہ پیشگی اقدامات پر عمل کرتے ہوئے حکومت نے جولائی 2019ء میں بجلی اور گیس کے نرخ پہلے ہی بڑھا دیے ہیں اور ایسے مزید اقدامات اگلے مہینوں میں متوقع ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ نیپرا ایکٹ میں ترامیم بھی ہونی ہیں تاکہ ہر سہ ماہی پر نرخوں کی خودکار مطابقت کا ایک طریقہ کار پوری طرح اختیار کیا جائے۔ نیز، ایک ایسا تفصیلی منصوبہ تیار کرنے کا حکومت سے تقاضا کیا گیا ہے جس میں وصولی بہتر بنا کر، کارگزاری کا فائدہ لے کر اور عمدہ نظم ونسق سے گردشی قرضہ کم کیا جاسکے۔

---

[7] مالی سال 19ء میں رہن رکھے گئے اسٹاک میں 3.1 ملین میٹرک ٹن کی کمی آئی جبکہ گذشتہ سال 0.1 ملین میٹرک ٹن کا اضافہ ہوا تھا۔

[8] حکومت نے مارچ 2019ء میں پاکستان انرجی صکوک-1 کے ذریعے 200 ارب روپے جمع کیے اور آئی پی پیز اور چند آئل مارکیٹنگ کمپنیوں کو ادائیگیاں کیں جس سے توانائی کی رسدی زنجیر میں سیالیت کی رکاوٹیں کم ہوگئیں۔

[9] قبل ازیں نومبر 2011ء میں حکومت نے پی ایچ پی ایل کے واجبات کے لیے 313.0 ارب روپے کی ریاستی تمسکات کا تبدّل کیا تھا۔ اسی طرح حکومت نے ایک بار پھر جون 2013ء میں پی آئی پیز جاری کر کے گردشی قرضے کے 322.0 ارب روپے کا تصفیہ کیا تھا۔ تاہم مالی سال 19ء میں سرکاری شعبے کے اداروں خصوصاً پی ایچ پی ایل کو قرضہ آئی پی پیز کے واجبات کے تصفیے کی بنا پر پھر بڑھ گیا۔ آخر جون 2019ء تک سرکاری شعبے کے اداروں کا قرضہ جی ڈی پی کے 5.3 فیصد تک پہنچ گیا جو کہ جون 2018ء میں 4.0 فیصد تھا۔

یہ بات اہم ہے کہ اسی طرح کے اقدامات گیس کے شعبے کو بھی تفویض کیے گئے ہیں جن میں نرخوں کو معقول بنانے کے علاوہ حکومت سے کہا گیا ہے کہ وہ ایک جامع منصوبہ بنائے جس کا مقصد نقصانات کم کرنا، گیس کے شعبے میں نجی شعبے کی شرکت دو تقسیم کار کمپنیوں کے ذریعے بڑھانا، اور 'اوگرا ایکٹ' میں ترمیم کرنا ہو، تاکہ عام صارف کے نرخوں کا باقاعدگی سے اور بروقت اعلان کیا جائے۔ بجلی کے نرخوں میں سالانہ اضافے کے اثرات کم سے کم کرنے کے لیے ماہانہ 300 سے کم یونٹ استعمال کرنے والے صارفین کو مستثنیٰ کیا گیا ہے اور اس غرض سے حکومت کو ایک نیا زرِاعانت مختص کرنا پڑے گا جو جی ڈی پی کے 0.1 سے 0.2 فیصد تک کے مساوی ہو گا۔

شکل 3.11: نجی شعبے کا قرضہ

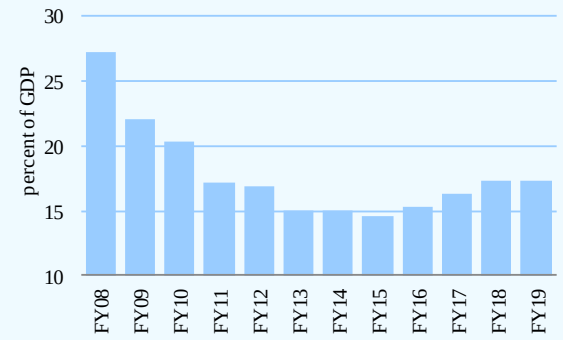

Data source: State Bank of Pakistan and Pakistan Bureau of Statistics

شکل 3.12: بنیادی خام مال کی مہنگائی

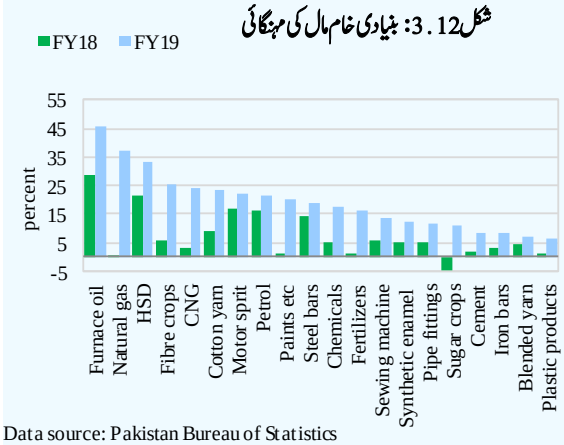

Data source: Pakistan Bureau of Statistics

3.3 نجی شعبے کو قرضہ

معیشت میں اعتدال اور صنعتی سرگرمی میں کمی آنے سے نجی شعبے کے قرضے کی رفتار سست پڑ گئی: مالی سال 19ء میں نجی شعبے کے قرضے میں 693.5 ارب روپے اضافہ ہوا جبکہ گذشتہ سال 775.5 ارب روپے ہوا تھا۔ چنانچہ قرضے اور جی ڈی پی کا باہمی تناسب مالی سال 19ء میں 17.3 فیصد پر جامد رہا (**شکل 3.11**)۔

مالی سال 19ء کے دوران، گذشتہ سال کے مقابلے میں نمایاں طور پر مختلف خام مال کی بلند قیمتوں کا غالب کردار تھا جو استحکامی اقدامات (stabilization measures) کی وجہ سے بڑھا، (مثال کے طور پر ضوابطی ڈیوٹیاں، شرحِ مبادلہ میں کمی) اس کے علاوہ توانائی کے سرکاری نرخوں میں اضافہ ہوا جس کی بنا پر کاروباری اداروں کی مالکاری ضروریات شدید ہو گئیں (**شکل 3.12**)۔ حقیقی معنوں میں نجی شعبے کو قرضہ (غیر غذائی تھوک اشاریہ قیمت کے باعث سکڑنے سے) مالی سال 19ء میں 4.9 فیصد کم ہو گیا، جبکہ گذشتہ سال 9.7 فیصد اضافہ ہوا تھا۔ مزید برآں، معینہ سرمایہ کاری کے لیے قرضوں کی نمو میں مالی سال 18ء کی نسبت نصف سے بھی زائد کمی ہو گئی، کیونکہ معیشت میں بحیثیت مجموعی سست روی، سی پیک کے ابتدائی منصوبوں کی تکمیل، سرکاری شعبے کے ترقیاتی اخراجات میں نمایاں کمی، اور درآمدات میں کمی لانے کے اقدامات جاری رہنے کی بنا پر، جن سے سرمایہ جاتی اشیا کی درآمد گھٹ گئی، کاروباری احساسات میں جمود آ گیا۔

معینہ سرمایہ کاری قرضوں کی ترغیب ماند پڑ گئی

معینہ سرمایہ کاری قرضوں میں مالی سال 14ء سے متواتر اضافہ ہو رہا تھا جو دراصل سرکاری شعبے کے ترقیاتی منصوبوں پر بلند اخراجات اور سی پیک سے متعلق انفراسٹرکچر کے منصوبوں پر پیش رفت کا نتیجہ تھا۔ سیمنٹ، لوہے اور فولاد، اور بجلی سازی سمیت متعدد صنعتوں نے سرمایہ جاتی اخراجات اور بی ایم آر سرگرمیوں پر اخراجات کیے، اور مشینری و آلات کی درآمد کے لیے بینک مالکاری کی طرف راغب ہوئے۔ تاہم طویل مدتی قرضوں میں صرف 82.9 ارب روپے اضافہ ہوا جو مالی سال 18ء کے دوران ہونے والے 203.9 ارب روپے اضافے کے نصف سے بھی کم ہے۔

اہم بات یہ ہے کہ مالی سال 19ء کے خاتمے تک توقع کی جا رہی تھی کہ تعمیرات سے منسلک صنعتوں میں سرمایہ جاتی اخراجات کا دورانیہ ان وجوہات سے رکنا شروع ہو جائے گا: (i) سی پیک کے متعدد ابتدائی منصوبے تکمیل کے قریب ہیں، اور دوسرے مرحلے کے تحت نئے منصوبوں کے متوقع آغاز کے حوالے سے سال کے بیشتر عرصے میں

صورتِ حال واضح نہیں تھی، (ii) نئی سیاسی انتظامیہ نے اقتدار سنبھالا جسے سرکاری منصوبوں پر اخراجات کا آغاز کرنے اور نئے میگا پروجیکٹ کا اعلان کرنے میں کچھ وقت لگا، اور (iii) نجی جائیداد کی مارکیٹ پر سخت ضوابط نافذ کیے گئے اور ہاؤسنگ کے شعبے میں سست روی متوقع تھی۔ نیز، ان صنعتوں کے لیے برآمدات کے امکانات بھی کچھ اتنے حوصلہ افزا نہ تھے کہ اشیاساز ادارے اپنی استعداد بڑھانے کی فکر کرتے۔

جدول 3.6: نجی شعبے کے کاروباری اداروں کو قرضے

ارب روپے

	مجموعی قرضے		جاری سرمایہ*		معینہ سرمایہ کاری	
	م س18ء	م س19ء	م س18ء	م س19ء	م س18ء	م س19ء
نجی شعبے کے کاروباری ادارے	**657.9**	**574.6**	**454.0**	**491.6**	**203.9**	**82.9**
اشیاسازی	419.7	411.6	295.7	362.1	124.0	49.5
ٹیکسٹائل	117.8	132.0	87.5	105.9	30.4	26.1
صاف شدہ پیٹرولیم	9.9	36.9	10.2	42.3	-0.3	-5.4
سیمنٹ	54.7	33.1	17.7	15.5	36.9	17.5
خوردنی تیل اور گھی	27.4	30.4	21.0	34.6	6.4	-4.2
چاول کی پراسیسنگ	13.4	26.5	12.7	26.0	0.7	0.5
کھاد	-43.5	23.7	-33.1	32.3	-10.4	-8.5
لوہا اور فولاد	30.1	22.5	29.8	20.4	0.3	2.1
موٹر گاڑیاں	2.5	20.5	1.9	14.5	0.5	6.0
شکر	35.7	-19.6	20.8	-31.0	14.9	11.4
بجلی کی پیداوار، ترسیل، اور تقسیم	46.1	95.6	45.8	47.0	0.2	48.6
کاروبار اور تجارت	69.0	65.6	52.1	42.8	17.0	22.8
کان کنی اور کوہ کنی	2.5	22.2	-0.5	14.7	2.9	7.5
رئیل اسٹیٹ اور متعلقہ	36.1	20.3	20.6	10.3	15.4	10.0
زراعت	8.0	-5.6	-0.3	5.8	8.3	-11.4
ٹرانسپورٹ، ذخیرہ اور مواصلات	23.4	-2.1	7.4	21.8	16.0	-23.9
تعمیرات	27.6	-12.8	11.2	6.6	16.4	-19.4
جہاز شکنی وغیرہ	24.3	-32.7	24.9	-34.3	-0.7	1.6

*بشمول تجارتی مالکاری

ماخذ: اسٹیٹ بینک

یہ بات سب سے زیادہ سیمنٹ کے معاملے میں نمایاں تھی۔ یاد رہے کہ سیمنٹ کا شعبہ اپنی پیداوار بڑھانے کے لیے مالی سال 14ء کے بعد سے طویل مدتی قرض گیری کر رہا تھا۔ اب جبکہ بہت سے منصوبے تنصیب کا مرحلہ پورا کر چکے ہیں اور بعض آزمائشی طور پر چلائے جا رہے ہیں تو کئی فرموں نے مالی سال 19ء کی تیسری سہ ماہی سے اپنے قرضے واپس کرنا شروع کر دیے ہیں۔ اس کے نتیجے میں اس شعبے کی معینہ سرمایہ کاری مالی سال 19ء میں 17.5 ارب روپے بڑھ گئی جو گذشتہ سال کے اضافے 36.9 ارب روپے سے کم ہے۔

دوسرے اشیاسازوں میں سے صرف ٹیکسٹائل اور شکر کے شعبوں نے اپنی طویل مدتی قرض گیری مالی سال 19ء میں بڑھائی جو کہ گذشتہ سال کی نسبت سست روی سے بڑھی (**جدول 3.6**)۔ ٹیکسٹائل کے معاملے میں مشینری کی درآمدی مالیت اگرچہ ڈالر میں کم ہوئی تاہم ملکی کرنسی کی قدر گرنے کے سبب فرموں کی مالکاری ضروریات بڑھ گئیں۔ ٹیکسٹائل سے وابستہ ادارے جی ایس پی پلس کے فوائد سمیٹنے اور امریکہ و چین کی تجارتی جنگ سے سامنے آنے والے مواقع سے فائدہ اٹھانے کے لیے خود کو تیار

کرتے رہے۔ مارکیٹ کی شرح ہائے سود میں اگرچہ مالی سال 19ء کے دوران اضافے کا رجحان پایا گیا تاہم ٹیکسٹائل کے کاروباری اداروں کو 5 فیصد رعایت کی صارفی شرح نے ایک سہارا فراہم کیا چنانچہ وہ طویل مدتی قرض گیری کرتے رہے۔ طویل مدتی مالکاری سہولت کے تحت قرضے مالی سال 19ء کے دوران معینہ سرمایہ کاری قرضوں میں مجموعی اضافے کے 100 فیصد سے بھی زائد رہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ برآمدی نوعیت کی صنعتوں کے سوا بقیہ تمام کاروباروں نے مالی سال 19ء میں قرضے اتارے۔

جہاں تک شکر کے شعبے کا تعلق ہے تو مالی سال 19ء کے دوران اس کی سیالیت کی صورتِ حال دشوار رہی۔ شوگر ملوں نے نقدی کے بہاؤ میں رکاوٹوں کے لیے ملکی اور بین الاقوامی نرخوں کے طویل عرصے تک مسلسل پست رہنے، اور گنّے کی تھوک قیمتوں میں دوہندسی اضافے کو سبب قرار دیا۔ چونکہ یہ شعبہ بینک قرضوں پر بھاری انحصار کرتا ہے اس لیے بعض ملوں نے مالی سال 19ء میں طویل مدتی قرض گیری کرکے اور قلیل مدتی قرضے واپس کرکے اپنے قرضوں کا خاکہ عرصیت طویل کرنا بہتر سمجھا۔

اشیا سازی کے شعبے کے علاوہ بجلی کے شعبے کی قرض گیری کی رفتار مالی سال 19ء میں سب سے نمایاں رہی جبکہ اس نے مالی سال 14ء سے، جب مجموعی معینہ سرمایہ کاری بڑھنا شروع ہوئی، اب تک کی بلند ترین قرض گیری کی۔ ڈیٹا کا بہ نظر غائر جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ بڑا تغیر کے الیکٹرک اور سی پیک سے متعلق چند منصوبوں کی بنا پر آیا۔ کے الیکٹرک نے بنیادی طور پر اپنا ترسیلی نیٹ ورک بہتر بنانے کے لیے سرمایہ کاری قرضے لیے۔ صنعت کے ذرائع کے مطابق ماضی میں کی گئی ایسی سرمایہ کاری اس کمپنی کے ترسیلی نیٹ ورک میں نمایاں بہتری لائی تھی اور اس کے ترسیلی و تقسیمی ضیاع کو روکنے میں مدد ملی تھی۔ ترسیلی و تقسیمی شعبہ سرمایہ کاری کی کمی کی بنا پر روایتی طور پر متاثر رہا ہے۔ یہ بات 'معیشت کی کیفیت' پر اسٹیٹ بینک کی متعدد رپورٹوں میں بار بار اجاگر کی جاتی رہی ہے۔ اس کے علاوہ کے الیکٹرک، کراچی میں واقع ایک آئی پی پی، نے مالی سال 19ء میں مختلف منصوبوں میں اپنا حصہ (اسٹیک) بڑھانے کے لیے قرضوں کا سہارا لیا۔ اسی طرح کوئلے سے چلنے والی ایک اور آئی پی پی نے مالی سال 19ء میں اپنا منصوبہ مکمل کرنے کے لیے کمرشل بینکوں سے قرض لیا، اس منصوبے نے جولائی 2019ء میں اپنی تجارتی سرگرمیاں شروع کردیں۔

شکل 3.13: اشیا سازی کے منتخب شعبوں میں جاری سرمائے کے قرضے

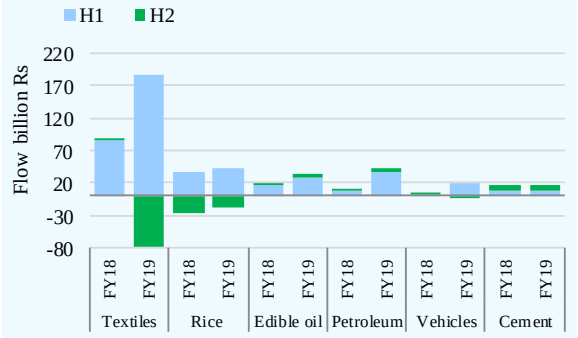

Data source: State Bank of Pakistan

برآمدات اور اخراجات سے مہمیز پانے والی طلب نے جاری سرمائے کے قرضے بڑھادیے

نجی کاروباری اداروں نے مالی سال 19ء میں 491.6 ارب روپے جاری سرمائے کے قرضوں کے طور پر لیے، گذشتہ سال 454.0 ارب روپے لیے گئے تھے۔ اشیا سازی میں جن شعبوں نے قرضوں میں اضافے کو مہمیز دی ان میں ٹیکسٹائل، چاول کی پراسیسنگ، پیٹرولیم کی صفائی، خوردنی تیل اور گھی اور موٹر گاڑیاں ہیں (**شکل 3.13**)۔ اگرچہ مالی سال 19ء میں قرضوں کا بہاؤ گذشتہ سال سے زائد رہا، تاہم جاری سرمائے کی طلب زیادہ محسوس نہیں ہوئی کیونکہ بینکوں کو گذشتہ سال کی نسبت زیرِ جائزہ سال کے دوران جاری سرمائے کے قرضوں کے لیے درخواستیں 14 فیصد کم موصول ہوئیں۔ ان شعبوں کے اپنے اپنے عوامل مالی سال 19ء کے دوران جاری سرمائے کے قرضوں کی طلب پر اثرانداز ہوئے۔

برآمدی نوعیت کی سرگرمیوں اور رعایتی قرضہ مصنوعات نے ٹیکسٹائل اور چاول میں جاری سرمائے کے قرضے بڑھائے

ٹیکسٹائل شعبے کی مالکاری ضروریات برآمدی سرگرمیاں بڑھنے کی بنا پر مالی سال 19ء کے دوران بلند رہیں۔ اس شعبے نے زیرِ جائزہ عرصے کے دوران بینکوں سے 105.9 ارب روپے قرض لیا جو 13 سال کی بلند ترین سطح ہے۔ ٹیکسٹائل شعبے نے بیشتر قرض گیری پہلی ششماہی میں کی اور دوسری ششماہی میں کچھ قرضے اتارے۔ یہ بات اجاگر کرنا ضروری ہے کہ اسٹیٹ بینک کے پالیسی ریٹ میں معقول اضافے کے باوجود برآمدی مالکاری اسکیم کے صارفین کے لیے شرح 3.0 فیصد پر برقرار رکھی گئی تھی، جس کی بنا پر برآمدی کاروبار کے لیے ایسی اسکیموں کے تحت قرضہ لینا پرکشش بن گیا۔ روایتی طور پر رعایتی قرضے سے خاصا استفادہ کرنے والے ٹیکسٹائل شعبے کی جانب سے جاری

سرمائے کی مجموعی قرض گیری میں تقریباً44 فیصد قرضہ برآمدی مالکاری اسکیم کے تحت لیا گیا۔ برآمدی سرگرمیوں کے علاوہ ملکی منڈی میں کپاس کے بلند نرخوں(25.2 فیصد سال بسال اضافے) کی بنا پر ٹیکسٹائل اداروں کی مالکاری ضروریات میں مزید اضافہ ہوگیا۔

برآمدی مالکاری قرضوں سے چاول کے شعبے نے بھی استفادہ کیا، چاول کی پراسیسنگ کرنے والے اداروں نے جاری سرمائے کے جو قرضے لیے ان میں سے تقریباً30 فیصد اسی اسکیم کے تحت لیے گئے۔ ٹیکسٹائل کی طرح، چاول کی پراسیسنگ کرنے والے اداروں کی مالی سال 19ء کے دوران قرضے کی بلند ضروریات کی وجہ بھی عمدہ برآمدی کارکردگی تھی، خاص طور پر باسمتی کی اقسام، جن کو دوہندسی نمو ملی۔ یہ بات اہم ہے کہ پاکستانی چاول حالیہ برسوں میں یورپی منڈیوں میں جگہ بنانے کے قابل رہا ہے کیونکہ بھارتی باسمتی کو ان منڈیوں میں اس بنا پر ممنوع کر دیا گیا ہے کہ بھارت بعض کیڑے مار دواؤں کا زیادہ استعمال کرتا ہے۔ ان مواقع کا فائدہ اٹھانے کے لیے چاول کی پراسیسنگ کے اداروں نے مالی سال19ء کے دوران26.0 ارب روپے قرض لیا جبکہ گذشتہ سال12.7 ارب روپے لیا تھا۔

پاکستانی روپے کی قدر گرنے سے درآمدات پر منحصر شعبوں میں مالکاری ضروریات بڑھ گئیں

درآمدات پر منحصر صنعتوں مثلاً خوردنی تیل اور گھی بنانے والے اداروں اور پیٹرول صاف کرنے والے اداروں کے لیے قلیل مدتی مالکاری ضروریات پاکستانی روپے کی قدر میں کمی سے بڑھ گئیں۔ خوردنی تیل اور گھی کے معاملے میں قدر میں کمی کے اثرات اتنے طاقتور تھے کہ پام آئل کی عالمی قیمتوں میں دوہندسی کمی سے ہونے والے فوائد کو زائل کر گیا(**جدول3.6**)۔ پیٹرولیم صاف کرنے کی صنعت میں اخراجات کی بنا پر پڑنے والے اثرات کو ضوابطی اقدامات نے مزید بڑھا دیا جس سے ان فرمز کے ذخائر میں اضافہ ہوگیا۔ حکومت نے فیصلہ کیا تھا کہ توانائی کے مجموعی آمیزے میں فرنس آئل پر انحصار کم کیا جائے چنانچہ ملک میں پیٹرولیم کے مجموعی استعمال میں کمی آگئی جس کے باعث ریفائنریاں بھی اپنی پیداوار بیچ نہ سکیں۔

ذخائر اکٹھا ہونے کا مسئلہ کار اسمبلنگ کی صنعت میں بھی دیکھا گیا۔ یہ مسئلہ تین وجوہات سے سامنے آیا:(i) حکومت نے نان فائلرز کو کاروں کی خریداری / رجسٹریشن سے مارچ2019ء تک روکے رکھا تھا(صرف1300 سی سی انجن استعداد تک کی کاریں مستثنیٰ تھیں)،(ii) اسمبلرز نے اضافی ڈیوٹیوں اور پاکستانی روپے کی قدر میں کمی کے اثرات کو اپنی قیمتوں میں شامل کر دیا جس سے کاروں کی طلب کمزور پڑ گئی، اور(iii) شرحِ سود بڑھنے کی بنا پر بعض ممکنہ خریدار اس لیے پیچھے ہٹ گئے کہ انہیں کار کے لیے بینک قرضوں پر زیادہ رقم ادا کرنا پڑے گی۔ سیالیت کی کمی کی بنا پر مقامی کار ساز اداروں کو اپنی قلیل مدتی قرض گیری میں مالی سال19ء کے دوران تقریباً15.1 ارب روپے اضافہ کرنا پڑا۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ کار ساز ادارے عموماً اپنی ضروریات صارفین ہی کی پیشگی ادائیگیوں سے پوری کرتے ہیں تاہم محدود فروخت کی بنا پر اُن کو بینکوں سے قرضے لینے پڑے۔

بجٹ کے اقدامات اور معاشی سست روی نے تعمیرات سے منسلک صنعتوں کو متاثر کیا

ملک میں مالی سال19ء کے دوران مجموعی طور پر تعمیرات کی سرگرمیوں میں 7.6 فیصد کمی آئی جبکہ گذشتہ سال 8.2 فیصد اضافہ دیکھا گیا تھا، اور اس سے قبل کے تین برسوں کے دوران تعمیرات کی اوسط نمو10 فیصد رہی تھی۔ حالیہ کمی کو سیمنٹ اور فولاد سازی میں گہرے طور پر محسوس کیا گیا۔ مثال کے طور پر سیمنٹ کی ملکی فروخت مالی سال19ء کے دوران گر گئی اور پیداوار میں بھی3.0 فیصد کمی آئی جبکہ گذشتہ سال 11.1 فیصد نمو ہوئی تھی۔ اگرچہ لاگت کے دباؤ کی بنا پر ان شعبوں میں قرض گیری بڑھ جانی چاہیے تھی تاہم تعمیراتی سرگرمیوں میں سست روی اتنی شدید تھی کہ ان کی قرض گیری کی ضرورت ہی محدود ہوگئی۔

جہاں تک غیر اشیا ساز اداروں کا تعلق ہے تو بجلی کا شعبہ جاری سرمائے کے قرضوں کا سب سے بڑا استعمال کنندہ ہے۔ اگرچہ بنیادی ایندھن (جیسے خام تیل اور فرنس آئل) کی قیمتیں دورانِ سال خاصی بڑھ گئیں جس سے مالکاری ضروریات میں بھی اضافہ ہوا، تاہم اس شعبے کو سیالیت میں کچھ اطمینان اس طرح ملا کہ مارچ2019ء میں 200 ارب روپے کے صکوک جاری کیے گئے اور اس کے بعد توانائی کی رسدی زنجیر میں متعدد اداروں کو ادائیگی کی گئی۔ چنانچہ نقدی کے بہاؤ کی نسبتاً بہتر صورتِ حال کی بنا پر اس

شعبے کی قرض گیری مالی سال 18ء کی نسبت مالی سال 19ء کے دوران صرف معمولی سی بڑھی۔ نیز، فرنس آئل سے گریز کی پالیسی کے سبب زیرِ جائزہ عرصے کے دوران فرنس آئل سے تھرمل بجلی کی پیداوار میں نمایاں کمی آگئی۔ تاہم یہ اثر مالی سال 19ء کی پہلی ششماہی کے دوران بہت شدید تھا اور اس نے اس شعبے کی قلیل مدتی مالکاری ضروریات کو محدود کر دیا۔

صارفی مالکاری کے لیے سخت سال

صارفی مالکاری متواتر چھ سال تک نمو پانے کے بعد کم ہوگئی اور مالی سال 19ء کے دوران صرف 57.3 ارب روپے بڑھی جبکہ گذشتہ سال 86.5 ارب روپے اضافہ ہوا تھا۔ بیشتر کمی کار مالکاری اور مکاناتی مالکاری کے زمروں میں آئی جو حکومت کے اِس اعلان سے متاثر ہوئے کہ نان فائلرز کار اور رہائشی املاک جیسے (5 ملین روپے سے زائد) اثاثے خرید / رجسٹر نہیں کرا سکیں گے، کاروں کی قیمتوں میں کئی بار اضافہ ہوا، اور شرحِ سود بڑھی۔ نئی پراڈکٹ کے آغاز اور ایک مقبول ماڈل کے مرحلہ وار خاتمے کی توقع نے بھی اپنا کردار ادا کیا اور بعض صارفین نے دیکھو اور انتظار کرو کی سوچ اپنائی۔ مزید برآں، منقولی شواہد بتاتے ہیں کہ چونکہ شرحِ سود بڑھنے کی طرف مائل تھی اس لیے قسطوں کی رقم میں ہونے والے خاصے اضافے نے قرض گیروں کو مجبور کیا کہ وہ یا تو ایکویٹی کی بلند شرح برداشت کریں یا پھر بینک سے قرضہ ہی نہ لیں۔ ان عوامل کے علاوہ رائڈ ہیلنگ سہولتوں کی مقبولیت، جو کہ ابتدا میں خود بھی کار مالکاری میں اضافے کا ایک اہم سبب تھا، بظاہر اپنی بلند ترین سطح کو پہنچ چکی ہے چنانچہ قرضوں میں نمو کو منفی طور پر متاثر کر رہی ہے۔ ان عوامل کے باہمی اثرات کی بنا پر کمرشل بینکوں کو کار مالکاری کے لیے مالی سال 19ء کے دوران گذشتہ سال کی نسبت 9.5 فیصد کم درخواستیں موصول ہوئیں اور یہ زمرہ صرف 22.2 ارب روپے کا اضافہ کر سکا جو مالی سال 18ء کے دوران ہونے والے اضافے کا تقریباً نصف ہے (**جدول 3.7**)۔

جدول 3.7: صارفی مالکاری

ارب روپے

	م س18ء	م س19ء
مجموعہ	**86.5**	**57.3**
برائے ٹرانسپورٹ مثلاً کاریں	43.3	22.2
ذاتی قرضے	12.5	13.9
ہاؤسنگ	22.3	10.4
کریڈٹ کارڈ	7.4	7.0
پائیدار صارفی اشیا	1.1	3.7

ماخذ: اسٹیٹ بینک

دوسری طرف، مالی سال 19ء کے دوران مکان مالکاری بھی متاثر رہی اور صرف 10.4 ارب روپے بڑھ سکی جو گذشتہ سال 22.3 ارب روپے بڑھی تھی۔ واجب الادا جزدان کے معاملے میں اسلامی بینکوں نے اپنا حصہ جون 2019ء تک تقریباً 46 فیصد پر برقرار رکھا۔ تاہم بہاؤ کے لحاظ سے اضافہ بنیادی طور پر روایتی بینکوں کی طرف سے ہوا جہاں اوسط حجم کے ادارے حاوی ہیں۔ اس سے قطع نظر، نان فائلرز کے (5.0 ملین روپے سے زائد کی) جائیداد خریدنے پر پابندی کے سبب یہ زمرہ دورانِ سال دباؤ میں رہا۔ صنعت کے ذرائع کے مطابق قیمتوں کی بلند سطح کی بنا پر بھی بہت سے گھرانوں کی یہ استعداد کم ہوگئی کہ وہ شہروں کے نزدیک رہائشی مکانات خرید سکیں۔ نیز، منقولی شواہد کے مطابق سال کے دوران شرحِ سود میں متواتر اضافے کی وجہ سے ممکنہ قرض گیروں کے لیے قسطوں کی رقم میں نمایاں اضافہ ہوگیا، ان میں سے بہت سے افراد اس بنا پر قرضے کے اجرا کے لیے نااہل ہوگئے کہ وہ قرضے کے بوجھ کی زیادہ سے زیادہ نسبت سے باہر نکل گئے۔

ذاتی قرضوں اور پائیدار صارفی اشیا نے دیگر زمروں کے مقابلے میں بہتر کارکردگی دکھائی (**جدول 3.7**)۔ پائیدار صارفی اشیا کے لیے مالی سال 19ء کے دوران رقوم کا بہاؤ تاریخی لحاظ سے بلند ترین تھا تاہم اس کی بنیادی وجہ قیمتوں کا اثر تھا، کیونکہ دورانِ سال پائیدار صارفی اشیا میں دوہندسی سے زائد مہنگائی ہوئی۔ اس بات کو اس حقیقت سے بھی تقویت ملتی ہے کہ اگرچہ بینکوں کو موصولہ درخواستیں تقریباً 20 فیصد کم تھیں تاہم منظور شدہ درخواستوں کی قرضے کی اوسط رقم مالی سال 19ء کے دوران 2.8 ملین روپے رہی جو گذشتہ سال 1.2 ملین روپے تھی۔

3.4 مہنگائی

چین اور امریکہ کے مابین تجارتی کشیدگی شدید ہونے، بریگزٹ پر مذاکرات، اور تمام ترقی یافتہ ملکوں اور ابھرتی ہوئی منڈیوں میں سخت معاشی حالات کی بنا پر عالمی اقتصادی نمو میں اعتدال آیا جس سے اجناس کے نرخ مالی سال 19ء کے دوران کم ہونا شروع ہوگئے۔ اجناس کی بحیثیت مجموعی قیمتوں کا اشاریہ (آئی ایم ایف) جو جولائی اور اکتوبر 2018ء کے درمیان 16.6 فیصد بلند رہا تھا، اس نے نومبر 2018ء اور جون 2019ء کے درمیان قیمتوں کی سال بسال 6.4 فیصد تقلیل ظاہر کی (**شکل 3.14**)۔ اس کمی کی بنا پر ترقی یافتہ ملکوں اور ابھرتی ہوئی منڈیوں میں مہنگائی بلحاظ صارف اشاریہ قیمت میں مالی سال 19ء کے دوران اعتدال آگیا (جدول 3.8)۔ اس میں واضح استثنیٰ ان ملکوں کا تھا جو توازنِ ادائیگی کے دباؤ کا مقابلہ کررہے تھے اور جن کی اپنی کرنسیوں پر دباؤ تھا۔ پاکستان بھی ان ہی ملکوں میں شامل تھا، تاہم یہاں مہنگائی پر دباؤ کی شدت ترکی، ارجنٹینا اور مصر کے مقابلے میں کم تھی (**جدول 3.8**)۔

شکل 3.14: اجناس کی قیمتوں کا عالمی اشاریہ

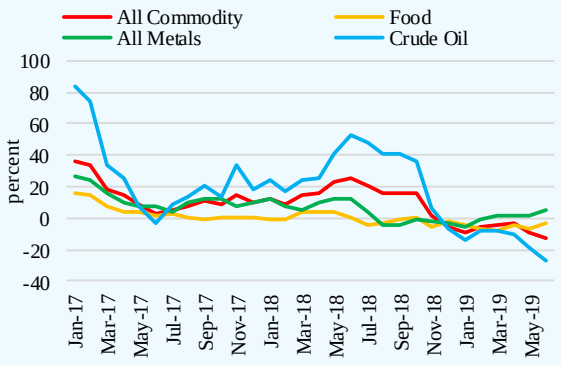

Data source: IMF

جدول 3.8: ابھرتی ہوئی اور ترقی پذیر معیشتوں میں مہنگائی اور کرنسی کی قدر میں کمی

	قدر میں کمی (اوسط)		اوسط مہنگائی بلحاظ صارف اشاریہ قیمت			قدر میں کمی (اوسط)		اوسط مہنگائی بلحاظ صارف اشاریہ قیمت	
	م س18ء	م س19ء	م س18ء	م س19ء		م س18ء	م س19ء	م س18ء	م س19ء
پاکستان	-4.8	-19.3	3.9	7.3	روس	3.2	-10.1	2.6	4.3
مصر	-16.5	0.7	20.9	13.9	جنوبی افریقہ	5.8	-9.4	4.3	4.6
ترکی	-12.7	-30.8	11.5	19.9	برازیل	-2.7	-14.2	2.9	4.2
بھارت	2.1	-7.8	4.2	3.0	سری لنکا	-3.7	-10.6	5.3	2.0
بنگلہ دیش	-3.7	-2.3	5.8	5.5	چین	4.7	-4.6	1.7	2.2
ملائشیا	5.3	-1.3	2.6	0.3	ایران	-12.9	-12.9	8.2	37.6
انڈونیشیا	-2.5	-5.9	3.5	3.0	تھائی لینڈ	7.6	0.6	0.8	1.0
فلپائن	-4.7	-2.6	3.6	4.7	ارجنٹینا	-20.8	-48.8	19.6	48.3

ماخذ: ہیور اینالٹکس

ان ملکوں میں دوہندسی مہنگائی ریکارڈ کی گئی جبکہ پاکستان میں عمومی صارف اشاریہ مہنگائی مالی سال 19ء کے دوران 7.3 فیصد رہی جبکہ گذشتہ سال 3.9 فیصد رہی تھی۔ یہ صورتِ حال اُس حد کے اندر تھی جس کی اسٹیٹ بینک نے پیش گوئی کی تھی (**شکل 3.1**)۔ تاہم، پانچ سال میں ایسا پہلی مرتبہ ہوا کہ مہنگائی حکومت کے مقررہ 6.0 فیصد سالانہ ہدف سے آگے نکل گئی۔ اہم بات یہ ہے کہ پورے سال کے دوران مہنگائی میں اضافے کا سلسلہ جاری رہا اور مارچ 2019ء میں یہ ہموار ہوگئی (**شکل 3.15**)۔ بنیادی طور پر سال کے ابتدائی 4 ماہ کے دوران مہنگائی میں مسلسل اضافے کے رجحان کی وضاحت قوزی مہنگائی سے ہوئی، تاہم دراصل غذائی اور توانائی کی مہنگائی میں تیز رفتار اضافے نے اگلے مہینوں کے دوران مہنگائی کا دباؤ شدید کیا (**جدول 3.9**)۔ پورے سال کے پھیلاؤ کے لحاظ سے مہنگائی میں اضافہ وسیع البنیاد تھا کیونکہ ذیلی اشاریوں کی اکثریت (89 میں سے 72، جن کا صارف اشاریہ قیمت میں حصہ تقریباً 81 فیصد ہے) نے گذشتہ سال کے مقابلے میں مالی سال 19ء کے دوران مہنگائی میں اضافہ درج کیا۔

جدول 3.9: اوسط مہنگائی بلحاظ صارف اشاریہ قیمت اور حصہ

	وزن	اوسط مہنگائی						حصہ	
		شش1 م س18ء	شش2 م س18ء	شش1 م س19ء	م س18ء	شش2 م س19ء	م س19ء	م س18ء	م س19ء
عمومی	**100**	**3.8**	**4.1**	**3.9**	**6.0**	**8.6**	**7.3**	**3.9**	**7.3**
الف۔غذا	**37.5**	**3.0**	**2.6**	**1.8**	**1.8**	**6.5**	**4.6**	**0.7**	**1.8**
سگریٹ	1.4	-16.8	-17.8	-17.3	6.3	16.1	11.2	-0.4	0.2
گندم کا آٹا	4.2	-1.6	-0.4	-1.0	3.1	3.6	3.3	0.0	0.1
شکر	1.0	-18.9	-13.2	-16.2	-0.9	20.7	9.6	-0.2	0.1
تازہ سبزی	1.7	-3.6	-4.2	-3.9	-4.1	11.6	3.0	-0.1	0.1
گوشت/مرغی	3.8	5.6	11.3	8.5	11.1	7.1	9.0	0.4	0.4
تازہ دودھ	6.7	3.8	3.9	3.8	3.8	4.1	3.9	0.3	0.3
ٹماٹر	0.4	27.7	-16.9	8.3	-21.9	91.8	16.1	0.0	0.1
خوردنی تیل	1.8	3.3	2.1	2.7	3.1	7.2	5.2	0.0	0.1
نباتی گھی	2.1	3.8	1.7	2.7	3.8	7.4	5.6	0.0	0.1
ب۔غیر غذا	**62.5**	**5.0**	**5.8**	**5.4**	**8.7**	**9.8**	**9.2**	**3.2**	**5.5**
کرایہ مکان	21.8	6.8	6.2	6.5	7.1	7.3	7.2	1.2	1.4
تعلیم	3.9	11.1	13.5	12.4	12.1	7.1	9.5	0.5	0.5
کپڑے اور جوتے	7.6	3.8	5.7	4.8	6.9	6.5	6.7	0.4	0.6
صحت	2.2	11.4	5.0	8.1	7.4	8.3	7.9	0.2	0.2
موٹر ایندھن	3.0	9.1	13.2	11.2	26.4	19.1	22.5	0.2	0.5
تیار شدہ گھر	4.2	3.0	5.2	4.1	6.9	8.9	7.9	0.2	0.4
ٹرانسپورٹ خدمات	2.7	0.2	3.2	1.7	15.8	13.4	14.6	0.0	0.4
موٹر گاڑیاں	0.7	3.9	6.5	5.2	12.4	12.4	12.4	0.0	0.1
متفرق مصنوعات خدمات	2.8	5.4	6.8	6.1	7.7	9.1	8.4	0.2	0.3
قوزی (غیر غذائی غیر توانائی)	**53.5**	**5.5**	**6.2**	**5.8**	**8.0**	**7.8**	**7.9**	**3.0**	**4.1**

ماخذ: پاکستان دفتر شماریات اور اسٹیٹ بینک کے تخمینے

دریں اثنا، تقسیم کے لحاظ سے تقریباً 41 فیصد اشیا میں 5 سے 10 فیصد تک مہنگائی درج کی گئی (**شکل 3.16**)، جس سے معیشت میں ملفوف طلب کے ساتھ ساتھ لاگت بڑھنے کے دباؤ کی موجودگی ظاہر ہوتی ہے۔

سال کے دوران مہنگائی کے دباؤ کے یہ ممکنہ اسباب معلوم ہوتے ہیں:

1۔ توانائی کے نرخوں میں اضافہ: مالیاتی رکاوٹیں اور قدر گرنے کے اثرات

مالی سال 19ء کے دوران معیشت میں مہنگائی کا دباؤ مستحکم کرنے میں جس چیز نے اہم کردار ادا کیا وہ موٹر ایندھن، قدرتی گیس، بجلی اور سی این جی (علامتی) کی سرکاری قیمتوں میں تیزی سے اضافہ ہے۔ بڑھتی ہوئی مالیاتی رکاوٹوں (محاصل میں کمی اور بڑھتے ہوئے اخراجاتِ جاریہ کی بنا پر) اور پاکستانی روپے کی قدر میں بھاری کمی کے تناظر میں یہ اضافے حکومت کے لیے تقریباً ناگزیر ہو چکے تھے۔ نیز، درآمدی کوئلے کی اکائی مالیت بھی روپے کے لحاظ سے سال بسال 15.2 فیصد تیز رفتاری سے بڑھی (**شکل 3.17**)۔

شکل 3.15: سال بسال مہنگائی بلحاظ صارف اشاریہ قیمت کے اجزائے ترکیبی

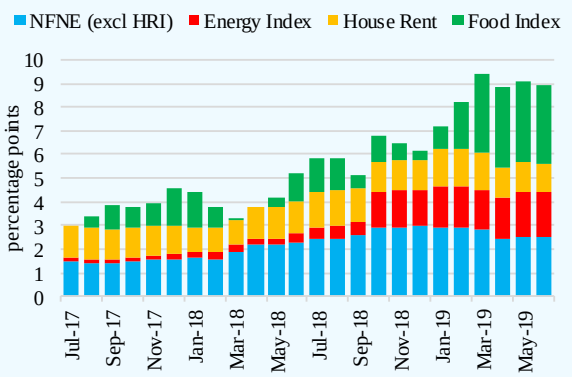

Data source: Pakistan Bureau of Statistics

شکل 3.16: صارف اشاریہ قیمت کے اجزا کی تقسیم بلحاظ مہنگائی

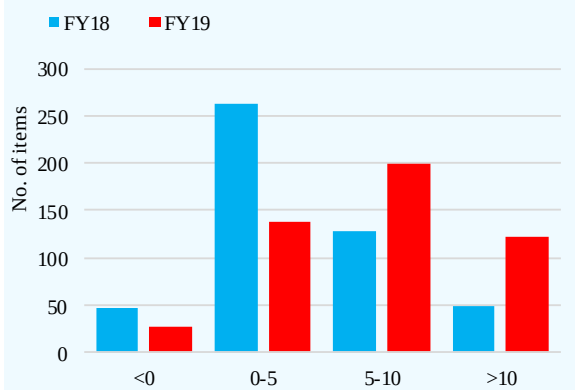

Data source: Pakistan Bureau of Statistics

قدرتی گیس کے نرخوں میں اضافے سے سب سے بڑا براہِ راست اثر پڑا، کیونکہ صرف اس اضافے نے دورانِ سال عمومی گرانی میں 0.7 فیصدی درجے اضافہ کر دیا۔ آئل اینڈ گیس ریگولیٹری اتھارٹی (او گرا) نے مختلف مدارج (slabs) کے لیے قدرتی گیس کے خردہ نرخوں میں اضافہ کر دیا بالخصوص جس درجے میں گیس کا استعمال 500 ایم ایم بی ٹی یو ماہانہ سے زائد ہے، تاکہ زرِ اعانت کا عنصر کم سے کم کیا جائے اور گیس کے استعمال کے تجویز کردہ اور اعلان کردہ نرخوں کے مابین فرق کم کیا جائے۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ قدرتی گیس کے نرخ ستمبر 2015ء سے برقرار رکھے گئے تھے حالانکہ خام تیل کے نرخوں میں نمایاں ردوبدل ہوا جو کہ قدرتی گیس کے نرخوں کے تعین کے لیے بطور ایک نشانیہ استعمال ہوتا ہے۔ تجویز کردہ قیمت (گیس کی تقسیم کار کمپنیوں کو منافع کی ضمانت کے مطابق) اور اعلان کردہ قیمت کا تفرق مالیاتی کھاتے پر خاصا بوجھ ڈال دیتا تھا۔ مالی سال 2018ء کے دوران صرف سوئی ناردرن گیس پرائیویٹ لمیٹڈ کے 56.8 ارب روپے کی ادائیگیاں حکومت پر واجب الادا ہو چکی تھیں۔ اسی طرح مالی سال 19ء کے دوران قدرتی گیس کی قیمتِ فروخت میں اضافے کے نتیجے میں سی این جی کی قیمتیں بھی 24.4 فیصد بڑھ گئیں جو گذشتہ سال 3.4 فیصد بڑھی تھیں۔[10]

دریں اثنا بجلی کی قیمت کا اشاریہ بھی گذشتہ سال مستحکم رہنے کے بعد مالی سال 19ء کے دوران 4.2 فیصد بڑھ گیا۔ یہ 300 یونٹ سے زائد بجلی استعمال کرنے والے صارفین کے لیے نیپرا کی طرف سے قیمتوں میں بار بار اضافے کا نتیجہ تھا۔ ان اضافوں کا مقصد یہ تھا کہ بجلی کے شعبے میں بڑھتا ہوا گردشی قرضہ قابو کیا جائے جس کے لیے یہ

شکل 3.17: توانائی کی مہنگائی

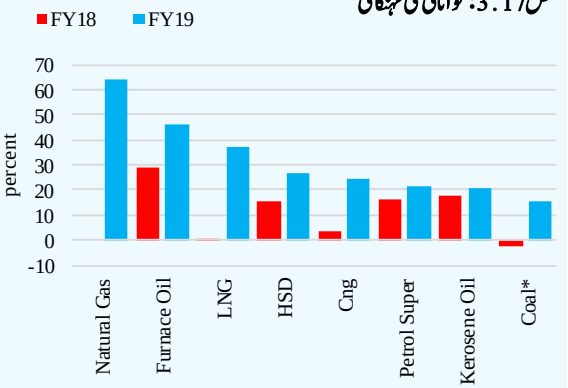

*unit value of imports

Data source: Pakistan Bureau of Statistics

شکل 3.18: پیٹرول کی خردہ قیمتیں (29 جولائی 2019ء کو)

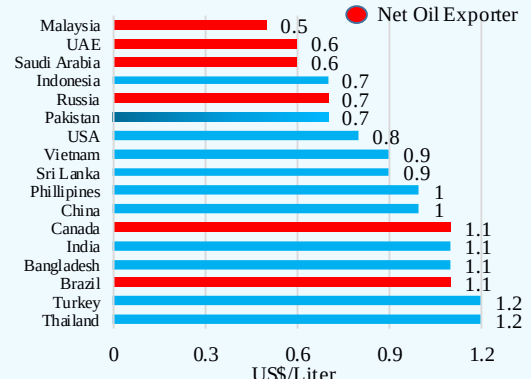

Data source: www.globalpetrolprices.com

[10] قیمتِ فروخت (ایس آر او (I) بتاریخ 30 دسمبر 2016ء) 700 فی ایم ایم بی ٹی یو سے بڑھا کر 980 فی ایم ایم بی ٹی یو کر دی گئی جس کے لیے 4 اکتوبر 2018ء کو ایس آر او (I) جاری کیا گیا۔

اقدامات کیے گئے: رعایتی نرخ پر بجلی کی فراہمی ختم کرنا، بڑھی ہوئی استعدادی ادائیگیوں، ترسیلی اور تقسیمی ضیاع، پست وصولیوں اور پن بجلی کے خالص منافع کے اثرات صارف کو منتقل کرنا۔

جہاں تک موٹر ایندھن کا تعلق ہے تو پیٹرول اور ہائی اسپیڈ ڈیزل کے ملکی نرخوں میں تبدیلی کی سمت اور اس کی شدت کا انحصار مالی سال 19ء کے دوران تیل کی عالمی قیمتوں کے رجحان، شرحِ مبادلہ میں ردوبدل اور سیلز ٹیکس کے ڈھانچے میں بار بار نظر ثانی پر رہا (**جدول 3.10**)۔ بحیثیت مجموعی مالی سال 19ء کے دوران موٹر ایندھن کے اشاریے میں 22.5 فیصد مہنگائی درج ہوئی جس نے مجموعی مہنگائی میں 0.5 فیصدی درجوں کا کردار ادا کیا۔ تاہم یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اس اضافے کے باوجود پاکستان میں پیٹرول کی قیمت اُس سطح پر ہے جو تیل برآمد کرنے والے چند بڑے ملکوں میں دیکھی جاتی ہے (**شکل 3.18**)۔

جدول 3.10: ایندھن کی قیمتیں–اوسط نمو (م س 19ء)

(آخر مدت)	سہ 1	سہ 2	سہ 3	سہ 4
سعودی لائٹ	5.3	-33.6	26.1	-1.7
پاکستانی روپے کی قدر میں کمی	2.2	10.5	1.4	12.0
سیلز ٹیکس پیٹرول (لیول)	9.5	8	17	13
پیٹرول کی ملکی قیمتیں	1.5	2.7	-3.1	21.3

ماخذ: ایف بی آر، اسٹیٹ بینک، پاکستان دفتر شماریات، بلومبرگ

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ دورانِ سال مجموعی مہنگائی میں توانائی کے نرخوں کا براہِ راست اثر اگرچہ تقریباً 20 فیصد تھا، ان کے بالواسطہ اثرات بھی نمایاں تھے۔ جیسا کہ **جدول 3.11** سے ظاہر ہے، 65.1 فیصد کمرشل اور 37.1 فیصد صنعتی سرگرمیاں قدرتی گیس سے چلتی ہیں، جس میں دورانِ سال 64.0 فیصد مہنگائی بلحاظ صارف اشاریہ قیمت (اور 37.4 فیصد تھوک اشاریہ قیمت) رہی تھی۔ یہ عین ممکن ہے کہ تاجر، اشیاساز اور ٹرانسپورٹرز گیس کی بلند قیمتوں کے اثرات اپنے صارفین کو ملکی طلب میں نمایاں اعتدال آنے کے سبب پوری طرح منتقل کرنے کے قابل نہ رہے ہوں۔ لہٰذا صارف اشاریہ قیمت میں وسیع البنیاد اضافہ کم از کم جزوی منتقلی ظاہر کرتا ہے۔ نقل و حمل کی لاگت یقیناً بڑھی ہے، اور اُن اجناس (مثلاً گوشت، دودھ، اور تلف پذیر اشیا) پر لاگت کا دباؤ بالکل واضح ہے جہاں رسد یومیہ ہوتی ہے۔ یہ اعادہ ضروری ہے کہ توانائی کی مہنگائی کی بحیثیت مجموعی اقتصادی اور سیاسی لاگت اگرچہ خاصی بڑی ہے، تاہم اس شعبے میں قیمتوں کی معقولیت پسندی (rationalization) نہایت ضروری ہے، تاکہ توانائی سے متعلق ادارے نہ صرف مستحکم بنیاد پر چلائے جاتے رہیں بلکہ نتیجہ خیز سرمایہ کاری کے لیے بھی مسابقتی ماحول یقینی بنایا جاسکے۔

جدول 3.11: م س 18ء میں توانائی کے مجموعی استعمال میں مختلف ایندھنوں کا تناسب (بلحاظ شعبہ)

فیصد

	کمرشل	صنعت	زراعت	ٹرانسپورٹ
بجلی	34.9	10.9	98.2	-
گیس	65.1	37.1	-	8.8
کوئلہ	-	43.4	-	-
تیل	-	8.7	1.8	91.2
مجموعہ	100	100	100	100

ماخذ: پاکستان انرجی ایئر بک 2018ء

2۔ غذائی مہنگائی میں اضافہ: رسد میں تعطل اور قیمتوں پر ناقص کنٹرول

مالی سال 19ء کی پہلی ششماہی کے دوران غذائی مہنگائی مستحکم رہی کیونکہ تلف پذیر غذائی اشیا کی قیمتوں میں متواتر نمو ہوئی جبکہ ان کی رسد کافی تھی، اور شکر اور دالوں میں دھیمی مہنگائی رہی جبکہ مارکیٹ میں ان کے کافی ذخائر موجود تھے۔ تاہم جنوری 2019ء کے بعد سے غذائی مہنگائی میں متواتر اور وسیع البنیاد اضافہ ہوا، اور چوتھی سہ ماہی کے دوران یہ 8.5 فیصد تک جا پہنچا (**شکل 3.19**)۔ اگرچہ نقل و حمل کے زیادہ اخراجات کے اثرات بالکل واضح تھے، دیگر عوامل نے بھی اہم کردار ادا کیا جو یہ تھے:

شکل 3.19: چوتھی سہ ماہی میں غذائی مہنگائی کے اہم محرکات

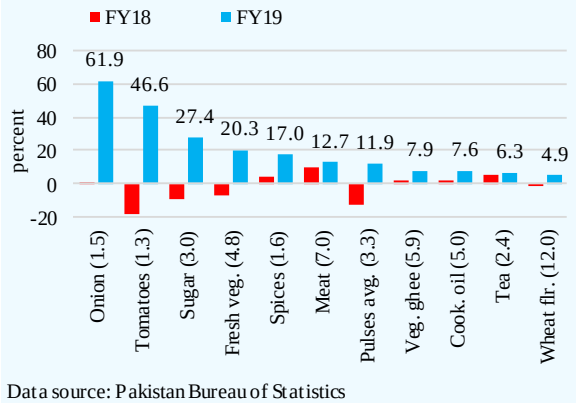

Data source: Pakistan Bureau of Statistics

الف۔ رسد میں تعطل اور رمضان کا اثر:

بعض تلف پذیر غذائی اشیا کی قیمت میں رسد کی قلت سے اضافہ ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ٹماٹر کی مقامی فصل کو نقصان پہنچنے سے اور بھارتی اقسام کی درآمد پر (بیماری کی وجہ سے) پابندی عائد ہونے سے ملکی منڈی میں ٹماٹر کی رسد گر گئی، خاص طور پر مالی سال کی آخری دو سہ ماہیوں کے دوران۔ پاکستان نے افغانستان سے ٹماٹر کی درآمد نمایاں طور پر بڑھا دی تاہم منڈی کو اطمینان دلانے میں ناکامی ہوئی۔ اسی طرح چوتھی سہ ماہی کے دوران پیاز کی قیمتیں بڑھ گئیں جس کی وجہ بلوچستان میں بارشوں سے گرمیوں کی فصل کو ہونے والا نقصان تھا، جو پیاز کی مجموعی ملکی پیداوار کا 27 فیصد سے زائد بنتا ہے۔[11] اِس سہ ماہی کے دوران رسد اگرچہ محدود رہی تاہم درآمدات کے ذریعے طلب کو پورا کیا گیا۔

دیگر تلف پذیر غذائی اشیا کے معاملے میں ایسا لگتا ہے کہ صارف اشاریہ قیمتوں پر رمضان کے موسمی اثرات گذشتہ سال کی نسبت مالی سال 19ء کے دوران زیادہ نمایاں رہے۔ اگرچہ سال بسال بنیاد پر ایک موسمی متغیرہ کا کوئی نمایاں اثر نہیں ہونا چاہیے، تاہم پاکستان دفتر شماریات کی طرف سے قیمتوں کا ڈیٹا جمع کرنے کا وقت بظاہر اثر انداز ہوا۔ پھلوں کی قیمتوں کی مہنگائی بھی قابلِ توجہ ہے۔ عام طور پر پھلوں کی قیمتیں رمضان کے پہلے 15 دن کے دوران تیزی سے بڑھتی ہیں۔ اس سال اتفاق سے یہی 15 دن پاکستان دفتر شماریات کے سرویئرز کی جانب سے ڈیٹا جمع کرنے کے دن بھی تھے۔ گذشتہ سال رمضان کی بنا پر قیمتوں میں ہونے والا بلند ترین اضافہ اس ماہ کے تیسرے ہفتے میں پڑا تھا۔ تب تک مئی کی قیمتوں کا ڈیٹا جمع کیا جا چکا تھا۔

ب۔ پاکستانی روپے کی قدر میں کمی کے اثرات:

بعض غذائی اشیا میں ہونے والی بلند مہنگائی کا سبب پاکستانی روپے کی قدر میں کمی کے بالواسطہ اثرات تھے۔ مثال کے طور پر، خوردنی تیل اور گھی کی مہنگائی کا براہِ راست تعلق روپے کی قدر گرنے سے تھا، کیونکہ سویابین اور پام آئل کی عالمی قیمتیں اس سطح کے آس پاس رہیں جو گذشتہ سال کے مقابلے میں بالترتیب 12.9 فیصد اور 19.9 فیصد کم تھیں۔ اسی طرح، چائے کی ملکی قیمتوں پر دباؤ بھی دراصل روپے کی قدر گرنے کا شاخسانہ تھا، کیونکہ چائے کی عالمی قیمتیں تو گذشتہ سال کی نسبت 18.2 فیصد کم رہی تھیں۔ مزید برآں، دالوں اور خشک میووں کی بلند مہنگائی کا تعلق بھی اسی سبب کے ساتھ ہے۔

ج۔ گندم اور شکر کے نرخ قابو کرنے کا ناقص طریقہ کار:

گندم کی قیمتیں گذشتہ چند سال کے دوران مستحکم رہنے کے بعد مالی سال 19ء کے آغاز میں بڑھنا شروع ہوئیں۔ پہلی سہ ماہی کے دوران گندم کی طلب برآمد کنندگان کی طرف سے بھاری خریداری کی بنا پر غیر معمولی طور پر بلند رہی: باضابطہ ذرائع سے گندم کی برآمدات 441000 میٹرک ٹن تک پہنچ گئی جو پورے سال کی برآمدات کے 64.5 فیصد کے مساوی ہے۔ اطلاعات کے مطابق اس عرصے کے دوران بے ضابطہ ذرائع سے برآمدات بھی خاصی زائد رہیں۔ اس سے قطع نظر، ملک میں گندم کے دستیاب ذخائر کے حجم کے پیشِ نظر اِن برآمدات کا حجم اتنا زیادہ نہیں تھا کہ ملکی نرخوں پر اثر پڑتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گندم کی تھوک قیمتوں میں دیکھا گیا دباؤ دراصل تاخیر سے قیمتِ فروخت کا اشارہ دینے اور خریداری کرنے والے اداروں کی طرف سے تاخیر سے اجرا کا نتیجہ تھا جس نے منڈی میں طلب اور رسد کا ایک عارضی فرق پیدا کر دیا۔

[11] یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ بلوچستان کی فصل مارکیٹ میں مئی کے آس پاس پہنچتی ہے، یعنی سندھ میں کٹائی کے سیزن کے دو ماہ بعد۔ ڈیٹا کا ماخذ: ایگریکلچر انفارمیشن مارکیٹنگ سروس، محکمہ زراعت (اکنامکس اینڈ مارکیٹنگ) پنجاب، لاہور

شکل 3.20: گندم کی ملکی منڈی میں دباؤ

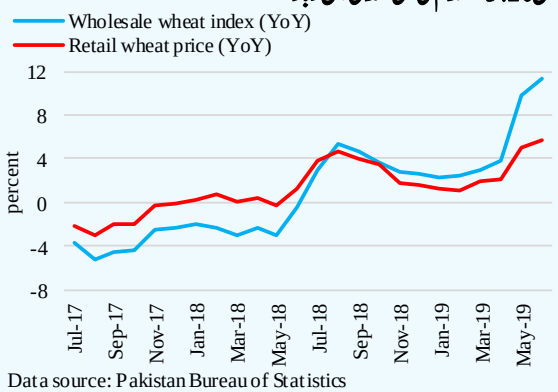

Data source: Pakistan Bureau of Statistics

بعد ازاں، مالی سال 19ء کی چوتھی سہ ماہی کے دوران یہ اثرات اس وقت شدید ہوگئے جب خصوصاً جنوبی پنجاب میں، کٹائی کے عروج کے موقع پر بے وقت بارشوں اور ژالہ باری سے فصل کو خاصا نقصان پہنچنے کی تشویش پیدا ہوگئی۔ نیز، سندھ حکومت نے دستیاب ذخائر، بڑھتی ہوئی مالی لاگت اور خریداری کرنے والے صوبائی اداروں کے پاس ذخیرے کی محدود گنجائش کو دیکھتے ہوئے سالانہ خریداری کا اپنا ہدف کم کر دیا۔ یہ بات اہم ہے کہ ملک بھر میں پہلے سے موجود ذخائر کا تخمینہ پروکیورمنٹ ایجنسیوں کے فراہم کردہ اعداد و شمار کے ساتھ ساتھ نئی فصل کے تخمینے کو پیشِ نظر رکھ کر لگایا جاتا ہے۔ گندم کی برآمد کے بارے میں فیصلے کا انحصار طلب کے تخمینے اور اِن ذخائر کے مابین فرق پر ہوتا ہے۔ جیسا کہ بعد میں معلوم ہوا، پنجاب کی فصل کو پہنچنے والا نقصان توقع سے زیادہ تھا، جبکہ سندھ حکومت نے خریداری کے اہداف پست کر دیے تھے اور مارکیٹ میں فروخت بڑھادی تھی چنانچہ ان تمام عوامل کا مجموعی نتیجہ یہ نکلا کہ پروکیورمنٹ ایجنسیوں کے گندم کے ذخائر کچھ کم ہوگئے۔ سرکاری اداروں نے گذشتہ سال کے مقابلے میں 2019ء کے دوران 33.0 فیصد کم گندم خریدی اور قیمتوں کو مستحکم رکھنے کے لیے مارکیٹ میں ناکافی اقدامات کیے۔ چنانچہ مالی سال 19ء کی چوتھی سہ ماہی کے دوران گندم کی تھوک قیمت سال بسال بنیاد پر 8.3 فیصد زائد رہی جس نے بالآخر گندم کے آٹے کی خردہ قیمت پر اثر ڈالا (**شکل 3.20**)۔ اس دباؤ کو کم کرنے کے لیے اقتصادی رابطہ کمیٹی نے جولائی 2019ء میں اپنے اجلاس میں گندم کی برآمدات پر پابندی لگانے کا فیصلہ کیا۔ تاہم اسی اجلاس میں کمیٹی نے محسوس کیا کہ ملک میں 28 ملین ٹن گندم کے ذخائر ہیں جو 25.8 ملین ٹن کی متوقع طلب کے مقابلے میں کافی معلوم ہوتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گندم کے نرخ بڑھنے میں ذخیرہ اندوزی اور / یا تھوک بازار میں قیمت کے بارے میں گٹھ جوڑ کا رویہ بھی کارفرما رہا۔ اس کے علاوہ حکومت کو بے ضابطہ برآمدات کے لیے اجناس کی خریداری پر قابو پانے کی بھی ضرورت ہے۔

شکر کی مارکیٹ کے حالات بھی مختلف نہیں تھے۔ شکر کے شعبے میں بھی قیمت کو قابو میں رکھنے کے ذمہ دار ادارے کافی ذخائر کی دستیابی کے باوجود مارکیٹ کا انتظام نہیں رکھ سکے۔ فرق صرف یہ ہے کہ حکومت کی اپنی پروکیورمنٹ ایجنسیاں گندم کے ذخائر رکھتی ہیں، جبکہ شکر کے ذخائر نجی شوگر ملیں رکھتی ہیں اور حکومت کو اپنے ذخائر کے بارے میں مطلع کرتی ہیں۔ بتائے گئے حجم سے اگرچہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ملک میں شکر کے دستیاب ذخائر مالی سال 20ء کی فصل آنے تک کے لیے کافی ہیں، تاہم گنّے کی کچل کاری کا سیزن شروع ہونے سے تھوک اور خردہ دونوں بازاروں میں شکر کی قیمتوں پر خاصا دباؤ پڑ گیا۔ اگر سابقہ ذخائر کے تخمینے درست مان لیے جائیں تو یہ دباؤ بظاہر ذخیرہ اندوزی کے مواقع سامنے آنے کی عکاسی کرتا ہے کیونکہ مارکیٹ میں گنّے کی دستیابی کم ہے، کچل کاری تاخیر سے شروع ہوئی اور سیزن کے دوران شکر کی پیداوار میں کمی کا خدشہ ہے۔ یہ اثرات جون میں زیادہ نمایاں تھے جب حکومت نے وفاقی بجٹ 2020ء کے تحت جی ایس ٹی 8 فیصد سے بڑھا کر 17 فیصد کرنے کا اعلان کیا۔ جولائی 2019ء کے بعد سے قیمتوں میں متوقع اضافے نے ممکن ہے (غیر رجسٹرڈ) تاجروں کو ترغیب دی ہو کہ وہ شکر کی ذخیرہ اندوزی کریں۔ جون 2019ء کے دوران شکر کی قیمتوں میں سال بسال بنیاد پر 33.5 فیصد، اور ماہ بماہ بنیاد پر 6.2 فیصد اضافہ ہوا۔ مستقبل کے لیے سرکاری اداروں کو قیمت میں استحکام کی غرض سے ایک ایسا موثر طریقہ کار بنانے کی اشد ضرورت ہے جس میں شکر کے ذخائر، اور فیکٹری سے نکلتے وقت کے نرخوں کی نگرانی شامل ہو، اور پورے تقسیمی سلسلے میں شکر بنانے والوں کے گٹھ جوڑ اور ذخیرہ اندوزی کے خلاف اقدام کیے جائیں۔

د۔ضوابطی اقدامات:

سگریٹ کے نرخوں میں مالی سال 19ء کے دوران دوہندسی مہنگائی دیکھی گئی جبکہ گذشتہ سال قیمتوں کی تیزی سے تقلیل ہوئی تھی۔ گذشتہ سال پست اساسی اثر اور ڈیوٹی اسٹرکچر میں تبدیلی نے غالباً اس سال یہ بلند مہنگائی ظاہر کی جس سے سگریٹوں کی قیمتیں معمول پر آگئیں (**جدول 3.12**)۔

توزی مہنگائی: لاگتی دباؤ حاوی رہا

توزی مہنگائی کا جز جسے غیر غذائی غیر توانائی سے ناپا جاتا ہے، مالی سال 19ء کے دوران بڑھتا رہا جس سے معیشت میں ملفوف طلب کا اظہار ہوتا ہے۔ تاہم جزوار تجزیے سے پتہ چلتا ہے کہ غیر غذائی غیر توانائی مہنگائی بڑھانے میں لاگتی دباؤ نے بھی خاصا کردار ادا کیا۔ جیسا کہ **شکل 3.21** میں دکھایا گیا ہے، غیر غذائی غیر توانائی مہنگائی میں اضافہ بنیادی طور پر کرایہ مکان، ٹرانسپورٹ خدمات، کپڑے اور جوتے، اور تیار گھریلو آلات سے ہوا۔

شکل 3.21: غیر غذائی غیر توانائی مہنگائی میں حصّہ

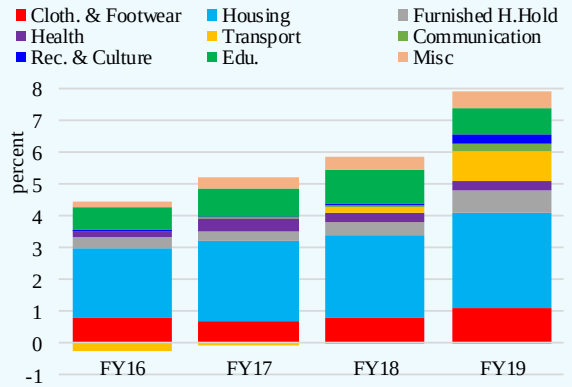

Data source: Pakistan Bureau of Statistics

ٹرانسپورٹ کے غیر ایندھن اجزا میں مالی سال 19ء کے دوران 12.4 فیصد مہنگائی ہوئی جو گذشتہ سال 2.3 فیصد رہی تھی۔ جن اجزا میں مہنگائی سب سے زیادہ نمایاں رہی ان میں ٹرانسپورٹ خدمات، بنیادی طور پر ریلوے اور بس کرائے، ملک میں تیار کی جانے والی کاریں، اور ٹائر اور ٹیوب شامل ہیں۔ ٹرانسپورٹ خدمات میں بس اور ٹرین کے کرایوں میں اضافہ ایندھن کی بلند قیمتوں کا اثر کہا جاسکتا ہے۔ بس کے کرائے چونکہ نجی ٹرانسپورٹرز متعین کرتے ہیں اس لیے ان میں اضافہ زیادہ نمایاں (28.4 فیصد تک) تھا۔ جہاں تک ٹرین کے کرایوں کا تعلق ہے تو بظاہر حکومت نے مہنگے ایندھن کے اثرات صرف جزوی طور پر منتقل کیے کیونکہ یہ کرائے مختلف زمروں میں اوسطاً 16.2 فیصد بڑھے۔

جہاں تک کاروں کا معاملہ ہے، مختلف اقسام کے نرخوں میں مالی سال 19ء کے دوران 10 سے 22 فیصد تک اضافہ ہوا۔ گاڑیوں کے ملکی اسمبلرز نے روپے کی قدر میں کمی، اور مکمل ساختہ اور نیم ساختہ کٹس اور دیگر پرزہ جات (بشمول ٹائر) پر ضوابطی ڈیوٹیاں بڑھنے کو نرخوں میں اس اضافے کا جواز بنایا۔ یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ پورے مالی سال کے دوران کاروں کی طلب کمزور رہی، چنانچہ اس زمرے میں ہونے والی مہنگائی میں حصہ نہیں لے سکی۔

جدول 3.12: ملکی ساختہ سگریٹوں پر فیڈرل ایکسائز ڈیوٹی کے اسٹرکچر میں تبدیلی

م س18ء*		م س19ء**		م س19ء***	
فی ہزار سگریٹ پر درج قیمت	ڈیوٹی کی شرح فی ہزار سگریٹ	فی ہزار سگریٹ پر درج قیمت	ڈیوٹی کی شرح فی ہزار سگریٹ	فی ہزار سگریٹ پر درج قیمت	ڈیوٹی کی شرح فی ہزار سگریٹ
اگر پیک پر درج خردہ قیمت 4,500 روپے سے زائد ہو	3,740 روپے	اگر پیک پر درج خردہ قیمت 4,500 روپے سے زائد ہو	4,500 روپے	اگر پیک پر درج خردہ قیمت 5,960 روپے سے زائد ہو	5,200 روپے
اگر پیک پر درج خردہ قیمت 2,925 روپے سے زائد لیکن 4,500 روپے سے کم ہو	1,670 روپے	اگر پیک پر درج خردہ قیمت 2,925 روپے سے زائد لیکن 4,500 روپے سے کم ہو	1,840 روپے	اگر پیک پر درج خردہ قیمت 5,960 روپے سے کم ہو	1,650 روپے
اگر پیک پر درج خردہ قیمت 2,925 روپے سے زائد نہ ہو	800 روپے	اگر پیک پر درج خردہ قیمت 2,925 روپے سے زائد نہ ہو	1,250 روپے		

*ایس آر او 2017/(I)407 بتاریخ 29 مئی 2017ء، **ایس آر او 2018/(I)1150 بتاریخ 18 ستمبر 2018ء، ***ایس آر او 2019/(I)608 بتاریخ 11 جون 2019ء

ماخذ: فیڈرل بورڈ آف ریونیو

کرایہ مکان بڑھتی ہوئی قوزی مہنگائی میں ایک بڑے حصہ دار کے طور پر شامل رہا۔ مالی سال 19ء کے دوران بھی غیر غذائی غیر توانائی مہنگائی کا تقریباً ایک تہائی کرایہ مکان سے آیا۔ ملک میں کرایہ مکان میں اوسط مہنگائی اگرچہ بڑھی ہے اور مالی سال 18ء کے 6.5 فیصد سے بڑھ کر مالی سال 19ء کے دوران 7.2 فیصد ہو چکی ہے، تاہم شہروں کے اعتبار سے اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ یہ تغیر صرف چند شہروں میں دیکھا گیا، اور تقریباً نصف تعداد ان شہروں کی تھی جن کے کرایہ مکان میں مہنگائی گذشتہ سال سے کم تھی۔ نیز، 40 میں سے 24 شہروں کے کرایہ مکان میں مہنگائی 7.2 فیصد سے بھی کم رہی۔ اہم بات یہ ہے کہ 40 میں سے 8 شہروں میں دو ہندسی گرانی دیکھی گئی جن میں سے ڈیرہ اسماعیل خان اور تربت میں دورانِ سال 20 فیصد سے زائد اضافہ دیکھا گیا (**شکل 3.22**)۔

شکل 3.22: کرایہ مکان کی مہنگائی کی تقسیم

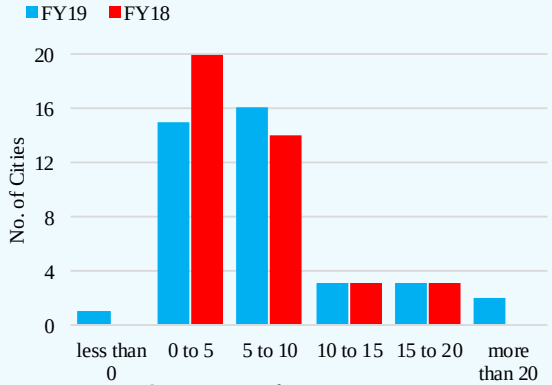

Data source: Pakistan Bureau of Statistics

دیگر اجزا

غیر غذائی غیر توانائی باسکٹ میں دیگر اجزا کے معاملے میں خام مال کی قیمتوں میں اضافے کے اثرات نے ایک اہم کردار ادا کیا۔ مثال کے طور پر کپاس اور دھاگے کی قیمتوں میں دورانِ سال تیزی سے اضافے کی بنا پر ٹیکسٹائل صنعت کی پیداواری لاگت بڑھ گئی، اس کے ساتھ ساتھ درآمدی مشینری، کیمیکلز اور دوسرے خام مال کی روپے میں بلند قیمتوں کے سبب (شرحِ مبادلہ گرنے کی بنا پر) بھی اخراجات بڑھ گئے۔ اسی طرح، جوتوں کی مہنگائی بھی گذشتہ سال سے زائد رہی جو درآمدی جوتوں کے ساتھ ساتھ ملکی ساختہ جوتوں (جن میں درآمدی پلاسٹک اور ربر استعمال ہوتا ہے) میں دیکھی گئی۔ مجموعی لحاظ سے کپڑوں اور جوتوں کے گروپ میں 6.7 فیصد مہنگائی دیکھی گئی جس نے قوزی مہنگائی میں 13.8 فیصد حصہ ڈالا۔

شکل 3.23: تھوک اشاریہ قیمت کے اجزا میں مہنگائی

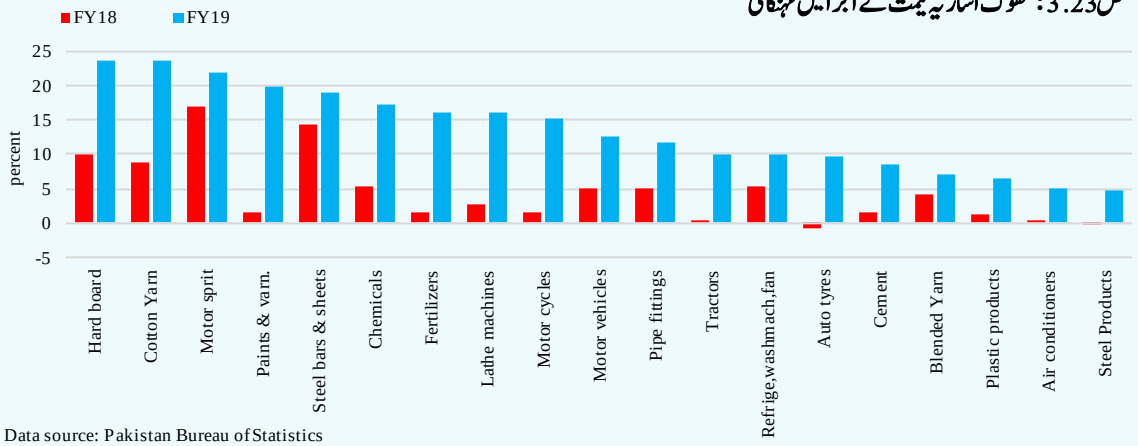

Data source: Pakistan Bureau of Statistics

اس ذیلی گروپ کے علاوہ، غیر غذائی غیر توانائی کے دوسرے اجزا میں بھی خام مال کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کے اثرات محسوس کیے گئے۔ سب سے زیادہ نمایاں اثر کاروباری اداروں کے ایندھن اور ذرائع نقل و حمل کے اخراجات پر دیکھا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ بہت سی صنعتوں بشمول گاڑیوں، تعمیرات اور برقی آلات کو فولادی سلاخوں اور چادروں کی ملکی قیمتوں میں دوہندسی اضافہ برداشت کرنا پڑا۔ یہ اضافہ دراصل دو عوامل کا نتیجہ تھا: فولاد کی درآمدی مصنوعات کی اکائی مالیت میں اضافہ، اور شرحِ مبادلہ میں ردوبدل کے اثرات۔ اسی طرح مختلف کیمیکلز کی بڑھی ہوئی قیمتوں کے متعدد صنعتوں پر اثرات پڑے۔ پاکستان زیادہ تر درآمد شدہ کیمیکلز پر انحصار کرتا ہے جنہیں ملکی صنعتوں بشمول ٹیکسٹائل، دواسازی، فولاد کے پگھلاؤ، ذاتی استعمال کی اشیا، صابن اور ڈٹرجنٹ، اور پلاسٹک مصنوعات میں استعمال کیا جاتا ہے۔ خام مال کی بلند قیمتوں کا اثر بحیثیت مجموعی تھوک اشاریہ قیمت نے درج کیا جس میں مالی سال 19ء کے دوران 12.0 فیصد اضافہ ہوا، جبکہ گذشتہ سال یہ 3.5 فیصد رہا تھا (**شکل 3.23**)۔ دورانِ سال تھوک اشاریہ قیمت سال بسال بنیاد پر دوہندسی رہا جو نومبر 2013ء کے بعد پہلا اتفاق ہے۔

شکل 3.24: مہنگائی بلحاظ صارف اشاریہ قیمت آمدنی گروپ

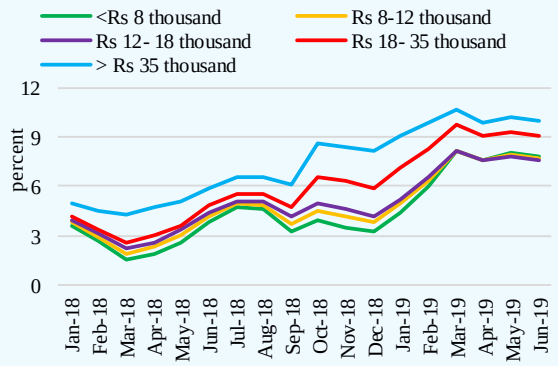

Data source: Pakistan Bureau of Statistics

مہنگائی کا مختلف گروپوں پر اثر

مالی سال 19ء کی پہلی ششماہی تک مسلسل بڑھتے رہنے کے بعد مہنگائی کے اثرات پست آمدنی والے گروپوں پر مالی سال 19ء کی تیسری سہ ماہی کے دوران شدید تر ہوگئے کیونکہ جو مہنگائی دسمبر 2018ء میں سال بسال تقریباً 3.2 فیصد پر تھی وہ مارچ 2019ء تک سال بسال 8.2 فیصد یعنی دگنی ہوگئی۔ چونکہ مالی سال 19ء کی دوسری ششماہی کے دوران غذائی مہنگائی کا حصہ غالب تھا اس لیے پست آمدنی والے گروپوں پر مہنگائی کا اثر غیر متناسب طور پر ہوا (**شکل 3.24**)۔